Regd No. E.P. 67

رجسٹرڈ نمبر ای-پی ۶۷

جلد ۶ | ۲۵ رفاء ۱۳۳۶ ہش | ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ | ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۰

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ - ۲۲ر جولائی - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ:-

"حضور ایدہ اللہ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے" الحمد للہ

احباب اپنے مقدس آقا کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں

اخبار احمدیہ

ربوہ - ۲۰ر جولائی (۱) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو کل بخار اور کنپٹیوں اور گردن میں شدید درد کی شکایت رہی

(۲) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو بدن میں درد کی تکلیف سے نسبتاً افاقہ ہے۔

(۳) حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی لاہور میں بیمار ہیں۔ کھانسی اور سانس رکنے کے دورے بار بار ہوتے ہیں اور ضعف بہت زیادہ رہنے لگا ہے

احباب ان تمام بزرگوں کی صحت کاملہ وعاجلہ کیلئے خصوصیت سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان - ۲۱ر جولائی - حسب اعلان قادیان میں بھی رسائل خلافت کا امتحان منعقد ہوا - جس میں ۱۵۴ درویشان شریک ہوئے -

ہیمبرگ (جرمنی) میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کے افتتاح کی شاندار تقریب

ریڈیو - ٹیلی ویژن اور اخبارات میں ذکر - حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

افتتاحی تقریب کی مفصل روئداد

از مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب بی اے انچارج احمدیہ مشن جرمنی - بتوسط وکالت تبشیر ربوہ

ہیمبرگ (جرمنی) کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ مورخہ ۲۳ر فروری ۱۹۵۷ء کو رکھا گیا۔ چار ماہ کی محنت شاقہ اور دن رات کی تگ ودو کے بعد خدا کے فضل وکرم سے ۲۲ر جون ۱۹۵۷ء کو افتتاح کی تقریب عمل میں آئی۔ اس مبارک تقریب کے لئے حضور کے ارشاد کے ماتحت محترمی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ہیگ سے تشریف لائے اور حضور پرنور کے ذاتی نمائندہ کی حیثیت سے مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ربوہ سے تشریف لائے - یورپ کے مبلغین میں سے مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب ہالینڈ سے۔ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب سوئٹزرلینڈ سے - مکرم مولود احمد خاں صاحب انگلینڈ سے اور مکرم سید کمال یوسف صاحب سویڈن سے تشریف لائے۔ اعلیٰ لوکل حکام - انڈیا، لبنان اور ہالینڈ کے کونسل جنرل - پروفیسر صاحبان - شہر کے معززین - احباب جماعت - پریس کے متعدد نمائندے اور ٹیلی ویژن کے نمائندے شریک ہوئے - اس مبارک تقریب پر مرکز سے قائمقام وکیل التبشیر صاحب نے بذریعہ تار مبارکباد کا پیغام بھجوایا - اسی طرح ہمارے حیفہ - فلسطین - مصر - ماریشس - ڈچ گی آنا شمالی بورنیو - سنگاپور اور انڈونیشیا کے مشنوں نے بھی مبارکباد کے پیغامات بذریعہ تار بھجوائے -

افتتاح کی تقریب محترمی چوہدری صاحب کی صدارت میں مسجد کے وسیع باغ میں تین بجے بعد دوپہر شروع ہوئی خدا کے فضل وکرم سے مسجد کا وسیع باغ حاضرین سے پُر تھا اس کے علاوہ مسجد کے باہر بھی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ برادرم مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب، نے تلاوت قرآن کریم کی - اس کے بعد خاکسار نے مختصر تقریر کی جس میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور مسجد کی غرض وغایت بیان کی بعد ازاں مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے حضور پُرنور کا ذاتی پیغام انگریزی میں پڑھ کر سنایا جس کا خاکسار نے جرمن زبان میں ترجمہ کیا (یہ پیغام الفضل مورخہ ۲۶/۶/۵۷ میں شائع ہو چکا ہے) بعد ازاں مکرم صاحبزادہ صاحب نے ایک ایمان افروز تقریر کی جس کا جرمن زبان میں ترجمہ خاکسار نے کیا۔

(صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی یہ تقریر الفضل مورخہ ۲۷/۶/۵۷ میں شائع ہو چکی ہے - اس کے بعد محترمی چوہدری صاحب نے ایک پُر مغز اور ایمان افروز تقریر فرمائی - جس کا جرمن ترجمہ برادرم عبد الکریم صاحب ڈنکر نے کی - بعد ازاں محترمی چوہدری صاحب نے اجتماعی دعا کروائی - اور مسجد کے دروازہ پر تشریف لے جا کر دروازہ کھولا - اور حاضرین نے مسجد کو دیکھا - اس ساری کارروائی کے بعد حاضرین کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی - آخر میں خاکسار نے ظہر اور عصر کی نمازیں مسجد میں جمع کر کے پڑھائیں - اور اس طرح یہ مبارک - اہم اور تاریخی اجتماع اختتام پذیر ہوا (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

قادیان میں جماعت احمدیہ کا چھیاسٹھواں

سالانہ جلسہ ۱۹۵۷ء

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۶۶ واں سالانہ جلسہ ۶-۷-۸ر اکتوبر کو یعنی دسہرہ کی تاریخوں کے معاً بعد منعقد ہوگا - جملہ پریذیڈنٹ وامراء صاحبان اور مبلغین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس کی اطلاع جماعتوں کو پہنچا کر تحریک کریں کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس روحانی اجتماع سے مستفید ہونے کیلئے قادیان تشریف لائیں

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء

حقوق و فرائض کی ادائیگی

اگرچہ ملک میں پھیلی ہوئی انفلوائنزا کی وبا سے ہر شخص خائف ہے۔ اور اب تو خدا کا شکر ہے کہ اس کا زور ٹوٹ رہا ہے۔ لیکن اس وباء سے کہیں زیادہ خطرناک صورت ایک دوسری وباء کی ہے جس نے ہمارے ملک کو ایسی لپیٹ میں لے رکھا ہے جس سے بظاہر ملک کا نجات پا جانا ممکن نہیں۔ وہ خطرناک وباء "ہڑتالوں کی وبا" ہے۔ انفلوائنزا کے بارہ میں تو کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۸ء کے بعد اب ۱۹۵۷ء میں اس کا حملہ ہوا۔ گویا ان دو حملوں کے درمیان ۳۹ سال کا وقفہ ہو گیا۔ لیکن ہڑتالوں کی وباء جس کو ہم زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔ جب سے ہمارے ملک میں داخل ہوئی اس میں زیادتی ہی زیادتی ہے۔ کمی کی طرف اس کا رُخ مڑنا ممکن نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے میں انہی ستیہ گرہوں اور ہڑتالوں نے ایک غیر معمولی پارٹ ادا کیا۔ جس سے ہمارے ہموطنوں نے ایک غلط نظریہ قائم کر لیا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے اور اپنے مطالبات کو پورا کرانے کا یہی مجرب نسخہ ہے۔ حالانکہ زمانہ زمانہ کی بات ہوتی ہے۔ کسی وقت ایک تدبیر مناسب ہوتی ہے تو دوسرے وقت وہی نامناسب۔ لیکن اس میں امتیاز کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اور آئے دن حقوق طلبی کے نام پر ہڑتالوں کا ایسا "چکر" چلنے لگا ہے کہ خود ہڑتال کرنے والے بھی اس کے نتائج سے بےخبر ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کے ملازمین نے گورنمنٹ کو ۹ راگست سے جو عام ہڑتال کرنے کا نوٹس دیا ہے اس کے بارہ میں محکمہ ڈاک کے ملازمین کی یونین کے صدر کی پریس رپورٹ ملاحظہ ہو جو اخبار "پرتاپ" ۱۴؍۷ میں بایں الفاظ شائع ہوئی:۔

"فیڈریشن کے صدر شری وی۔جی۔ دلوی نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ محکمہ ڈاک و تار کے ملازموں کی مجوزہ ہڑتال ۸ راگست کو آدھی رات سے شروع ہو گی۔ اس سے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں نامہ و پیام کا نظام مکمل طور پر مفلوج ہو جائیگا۔ اور چھوٹے شہروں میں تقریباً ۸۰ فیصدی کام رُک جائیگا۔ اگرچہ فیڈریشن کے ممبروں کی تعداد ایک لاکھ ۸۰ ہزار ہے۔ تاہم توقع کی جاتی ہے کہ درجہ سوم اور چہارم کے تمام ملازم جن کی تعداد ۲ لاکھ ۸۳ ہزار ہے۔ ہڑتال کر دیں گے۔"

مسٹر دلوی نے کہا کہ محکمہ ڈاک و تار کے ملازموں کی تنخواہوں پر نظر ثانی کرنے کے لئے دوسرا تنخواہ کمیشن مقرر کرنے کی ضرورت ہے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ قانون کے رُو سے ہر شخص اپنا حق مانگ سکتا ہے اور اس سلسلہ میں اسے ہڑتال کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ایک طرف ملک کی ترقی کے پلان بنائے جا رہے ہیں۔ اور ملک کے نیتا اسے نہایت تیزی سے آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف سرکاری ملازمین جو گویا حکومت کی مشینری کے ضروری پُرزے ہیں، اس طرح معطل ہو رہے ہیں۔ اگر ایک انسان اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے پہلے اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دے تو یہ نوبت ہی نہ آئے۔ کہ کسی کو اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے ایسے نقصان دہ ذرائع اختیار کرنے پڑیں۔ ذرا اس قسم کی ہڑتالوں کے نتائج پر غور کیجئے۔ ہڑتال کا پہلا اثر تو یقینی طور پر عوام پر پڑیگا۔ اس کے بعد کہیں جا کر حکومت اس سے متاثر ہو گی۔ اور حکومت بھی کسی غیر کی نہیں۔ بلکہ اپنی ہی۔ گویا سراسر نقصان اپنا ہی ہے۔ اس بات کے سمجھنے کی کافی ضرورت ہے کہ آزاد ہندوستان میں سب کچھ قانون نہیں بلکہ اس کے علاوہ دوسرے تقاضے بھی ہیں جو ہڑتال کرنے یا کام چھوڑنے کے منافی ہیں۔ ہمارے ہموطنوں کو ان پر بھی غور کرنا چاہئیے۔ اور دانستہ یا نادانستہ طور پر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہئیے۔ جو بالآخر ملکی نقصان کا موجب ہو۔ آج ہر ہندوستانی ملک کی تعمیر نو میں اہم پارٹ ادا کر سکتا ہے۔ پس اگر ہم عملی طور پر اس کی تعمیر میں کوئی حصہ نہیں لے سکتے تو کم سے کم ایسے کاموں سے تو رک جانا چاہئیے جن سے ملک کا نقصان یقینی ہے۔

ہم مطالبات کے مخالف نہیں۔ مطالبہ کیا جائے۔ لیکن ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں۔ جن سے افراد اور ملک دونو ہی نقصان سے بچے رہیں۔ بہرحال ہماری رائے تو یہی ہے کہ حکومت کو اپنے کارکنان کے حقوق پر ہمدردانہ غور کرنا چاہئیے اور ملازمین کو بھی قناعت سے کام لینا چاہئیے۔ کیونکہ مطالبات کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ آج ایک مطالبہ ہڑتالیوں کے لئے قابلِ اطمینان ہے تو کل اس سے بڑھ کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قناعت ایسی دولت ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے ہر شخص تھوڑے میں بھی گذر اوقات کر سکتا ہے۔ لیکن یہ صرف ایسی ہی صورت میں ممکن ہے جب افسران اور ملازمین میں باہمی محبت و تعاون کی روح ہو۔ اور اس کیلئے میدان پیدا کرنا فریقین ہی کا کام ہے۔ اگر ملکی حالات کے تقاضوں سے ضروری اخراجات بڑھ گئے ہیں تو افسران کو خود ہی ماتحتوں کی تنخواہوں میں اضافہ کا فیصلہ کر دینا مناسب ہے۔ اور ملازمین کو بھی پورے اعتماد کے ساتھ افسران کے فیصلہ جات کو دل سے قبول کر کے اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئیے۔ تاکہ سب کی مشترکہ کوششوں کے ساتھ ملک کی کشتی ساحلِ مراد کو بڑھتی چلی جائے۔ ورنہ جو صورتِ حال اس وقت ہڑتالوں کی نظر آتی ہے ملک کے مستقبل کیلئے یقینی طور پر نقصان دہ ہے۔ جس کے متعلق ملک کے ہر سچے خیرخواہ کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ !!

کامیاب زندگی

جب مذہب کے معنی اس راستہ کے ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ اور مذہب کا تصور یقیناً یہی معنی پیدا کرتا ہے۔ تو اسلام کو بجا طور پر اس بات کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک زندہ اور خدا نما مذہب ہے۔ کیونکہ قرونِ اولیٰ کی طرح آج بھی اس کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کر کے ہر شخص وصالِ الٰہی کی نعمت سے متمتع ہو سکتا ہے۔ اور اس انسان کی خوش نصیبی میں کیا شک ہے جو اس بے دینی کے زمانہ میں خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل کر کے ایسی کامیاب زندگی گذار جائے کہ زندہ خدا کی ذات پر ایک زندہ گواہ بن جائے۔ ایک انسان کا اس دارِ فانی میں آنے کا تمام تر مقصد اور مدعا یہی ہے۔ کہ اسے اپنے خالق و مالک کے ساتھ ایسا قریبی تعلق پیدا ہو جائے کہ اس کی رضامندی کی راہوں پر چلنے اور اس کا محبوب و مطلوب اسے اسی زندگی میں حاصل ہو جائے۔ چنانچہ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی اسی کی مصداق بنی۔ آپ سکھ مذہب سے نکل کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس طور پر مشرف باسلام ہوئے کہ آپؓ اس مقصد کو پا گئے جس کے لئے آپ نے دینِ اسلام کو قبول کیا تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بہت سے پیدائشی مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گئے۔

آپؓ نے قادیان میں آکر نہ صرف ظاہری اسلامی تعلیمات کو سیکھا بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی پاک صحبت سے فیضیاب ہو کر اسلام کے مغز کو حاصل کر لیا۔ آپ خدا تعالیٰ کے الہام و کلام سے مشرف ہوئے اور یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کا دروازہ فقط اسلام ہی میں کھلا بتلایا گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اس کی نشاندہی خصوصیت سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی۔ اور جو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تابعداری سے ہر اس انسان کو میسر آ جاتی ہے جس کے دل میں سچے طور پر وصالِ الٰہی کی تڑپ موجود ہے۔ (باقی صفحہ ۵ پر)

چندہ جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کی تقریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم فرمودہ ہے۔ اس مبارک تقریب سے مستفید ہونے کے لئے ملک کے کونے کونے سے احباب مرکزِ احمدیت میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے کھانے اور رہائش کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اس انتظام کیلئے کافی پہلے تیاری کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بروقت اجناس نہ خریدنے سے نرخ بڑھ جانے سے روپیہ زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اخراجاتِ جلسہ سالانہ کیلئے ہر احمدی پر سال میں ایک ماہ کی آمد کا دس فیصدی چندہ واجب ہوتا ہے جو بہرصورت جلسہ سالانہ سے قبل سو فیصدی وصول ہونا چاہئیے۔ جلسہ سالانہ کا چندہ بھی لازمی چندوں میں سے ہے اور ہر احمدی کا فرض ہے کہ دوسرے لازمی چندوں کی طرح اس کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے کرے۔ لیکن کچھ احباب تو یہ چندہ ادا ہی نہیں کرتے۔ اور یہ سالہا سال سے ان کی طرف بقایا چلا آ رہا ہے اور جو احباب یہ چندہ ادا کرتے ہیں وہ بروقت ادا نہیں کرتے۔ اور بعد میں یہ سمجھتے ہوئے کہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہی اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسکی ادائیگی بعد میں بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ اس چندہ کی ضرورت جلسہ سے قبل شروع ہوتی ہے تاکہ اجناس وغیرہ بروقت خریدی جائیں۔ اور دیگر انتظامات بھی مکمل کئے جائیں۔ اور اس وجہ سے وصول شدہ چندہ سے زائد رقم جو قرض لی جاتی ہے وہ ادا کی جا سکے۔ جلسہ سالانہ پر اخراجات کے مقابل پر آمد بہت کم ہوتی ہے۔ اسلئے میں احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور کوشش فرمادیں کہ جلد از جلد چندہ ادا ہو۔ یہ امر بھی یاد رہے کہ اس سال جلسہ سالانہ ۶-۷-۸ راکتوبر کو ہو رہا ہے۔ یعنی جلسہ کے انعقاد میں اڑھائی ماہ رہ گئے ہیں۔ اسلئے پریذیڈنٹ و امراء صاحبان سے بھی یہ درخواست ہے کہ وہ خطبہ جات میں جلسہ سالانہ کی اہمیت احباب کے ذہن نشین کرائیں اور جلد از جلد وصولی کی کوشش فرمادیں اور سیکرٹریانِ مال کے پاس جمع شدہ رقوم جلد مرکز میں بھجوادیں۔

ناظر بیت المال قادیان

اسلام کی ایک عظیم الشان نعمت جو آج صرف احمدیت پیش کرتی ہے

زندہ خدا ــــ پر ــــ زندہ ایمان

ــــ از مکرم خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ ــــ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی جو سب سے بڑی نعمت اور عظیم الشان برکت عطا فرمائی ہے۔ وہ زندہ خدا پر زندہ ایمان ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو آج دنیا کے پردے پر صرف احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے وابستہ ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے

مذہبی رہنماؤں کا اظہارِ عجز

دورِ حاضرہ کی مذہبی دنیا پر ایک نظر ڈالیئے! آپ کو ہر خیال ہر مسلک اور ہر عقیدہ کے افراد ملیں گے۔ ایک سے ایک بڑھ کر اپنے اندازِ فکر اور نقطۂ نظر کی برتری کا دعویٰ کرنے والے نظر آئیں گے۔ بڑے بڑے صاحب قلم ادیب اور سحر البیان خطیب بھی موجود ہونگے اور بزعم خود زمینِ برحق و صداقتہ کے واحد اجارہ دار ہونے کے مدعی ہوں گے۔ لیکن یقین جانیئے آپ کو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ ملے گا۔ جو آپ کے دل میں اپنے خدا پر۔ ہاں اپنے خالق و مالک کی ہستی پر حقیقی کامل اور زندہ یقین پیدا کر سکے یا کم از کم ایسا ہونے کا امکان ہی ظاہر کر سکے۔ اگر آپ ان علمبردارانِ مذاہب سے یہ سوال کریں کہ مذہب کی بنیاد۔ اور اعمالِ صالح کا انحصار تو اس امر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر محکم یقین اور ایمان پیدا ہو جائے۔ لہٰذا آپ اپنے مسلک کی برتری کے دلائل دینے سے پہلے یہ یقین دل میں پیدا کرنے کا کوئی وسیلہ بتائیں۔ تو وہ تمام عمل و فضل کے دعاوی کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہونگے کہ

"خدا کی ہستی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو کچھ آدمی کے امکان میں ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آثارِ کائنات پر غور کر کے ایک نتیجہ اخذ کر سکے کہ خدا ہے اور اس کے کام شہادت دیتے ہیں کہ اس کے اندر یہ یہ صفات ہونی چاہئیں۔ یہ نتیجہ بھی علم کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ صرف عقلی قیاس اور گمانِ غالب کی نوعیت رکھتا ہے۔ اس قیاس اور ایمان کو جو چیز پختہ کرتی ہے وہ یقین اور ایمان ہے لیکن کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے جو اس کو علم کی حد تک پہنچا سکے۔ اب آپ خود سوچ لیجئے۔ کہ جب خدا کی ہستی کے بارے میں ہم دعوے نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا علم حاصل ہے تو آخر اس کی حقیقت کا تفصیلی علم کیونکر ممکن ہے۔"

(ترجمۃ القرآن مولفہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی جلد ۴ ۳۳ عدد ۶ صـ۲۵۲ و صـ۲۵۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زندگی بخش پیغام

دورِ حاضرہ میں سیدنا حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام ہی وہ واحد شخصیت ہیں۔ جنہوں نے بڑی تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا۔ کہ مذاہبِ عالم میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل اور زندہ یقین پیدا کر سکتا ہے اور یہ کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے کفر و ظلمت کے اس ہمہ گیر دور میں اسلام کی اسی خصوصیت کو اجاگر کرنے اور زندہ ایمان و یقین پیدا کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"آؤ! میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسےٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے"

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر امورِ غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مردہ۔ ان کے خدا مردہ اور خود وہ تمام پیرو مردہ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد ششم صـ۱۵-۱۹)

زندہ اور کامل یقین کی اہمیت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ایمانِ محکم اور یقینِ کامل کی اہمیت و ضرورت کو واضح کرتے ہوئے دنیا کو بتایا کہ

(۱) "جب تک ایک مذہب اس بات کا ذمہ دار نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھلائے۔ تب تک وہ مذہب کچھ چیز نہیں ہے۔ اور بد قسمت ہے وہ انسان جو ایسے مذہب پر فریفتہ ہو۔ ہر ایک وہ مذہب لعنت کا داغ اپنی پیشانی پر رکھتا ہے۔ جو انسان کی معرفت کو اس مرحلہ تک نہیں پہنچا جس سے گویا وہ خدا کو دیکھ لے اور نفسانی تاریکی روحانی حالت سے بدل جائے۔ اور خدا کے تازہ نشانوں سے تازہ ایمان حاصل ہو جائے۔ اور نہ صرف لاف کے طور پر بلکہ واقعی طور پر ایک پاک زندگی مل جائے۔ انسان کو سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس زندہ خدا کا اسے پتہ لگ جائے جو نافرمان کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ اور جس کی رضا کے نیچے ایک نقد بہشت ہے۔"

(براہین احمدیہ صـ۹۱ ۔)

(۲) اکثر لوگ ایسے فرضی خدا پر ایمان لاتے ہیں جس کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ اور جس کی شکتی اور طاقت صرف قصوں اور کہانیوں کے پیرایوں میں بیان کی جاتی ہیں۔ پس یہی سبب ہے کہ ایسا فرضی خدا ان کو گناہوں سے روک نہیں سکتا بلکہ ایسے مذہب کی پیروی میں جیسے جیسے ان کا تعصب بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے فسق و فجور پر شوخی اور دلیری زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے ۔۔۔۔۔ وہ زندہ خدا جو قادرانہ نشانوں کی شعاعیں اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے۔ اور استقامت اور دلی بہادری عطا فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہ کو جلا دیتا ہے۔ اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو ڈالتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے اس کو تلاش کریں۔ اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔" (براہین احمدیہ صـ۱۹)

حضورؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

جس دیں کا صرف قصوں پہ سارا مدار ہے
وہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گذار ہے
ہے دیں وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں
زندہ نشانوں سے جو دکھاتا ہے وہ یقیں
ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں
خود اپنی قدرتوں سے دکھا دے کہ ہے کہاں
جس کو تلاش ہے کہ ملے اس کو کردگار
اس کے لئے حرام جو قصوں پہ ہو نثار

. . . .

. . . .

تا اس کے دل پہ نورِ یقیں کا نزول ہو
تا وہ جنابِ عز و جل میں قبول ہو
بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اسی زندہ اور کامل ایمان کی اہمیت اور ضرورت واضح کرنے کے بعد دنیا کو بڑی تحدی کے ساتھ بتایا کہ اسلام ایسا ایمان اور یقین پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے تحریر فرمایا:-

"اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی سچے طور پر اس کی پابندی کرا اختیار کرے۔ اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں درج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا تعالیٰ کو دیکھ لے گا۔۔۔۔۔۔ قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رویت سے مشرف

ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقعہ وہ صانع موجود ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۱)

زندہ ایمان کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ پر زندہ اور کامل ایمان پیدا کرنے کا دعوےٰ یقیناً ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ دہریت، مادیت اور کفر و الحاد کے اس دور میں یہ آواز کہ انسان اسی جہان میں خدا تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے یقیناً بڑی حیرت اور تعجب سے سنی جائے گی۔ اس آواز کو سن کر طبعاً ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس دعویٰ کا ثبوت کیا ہے۔؟ وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر اس قسم کا کامل اور حقیقی یقین پیدا ہو سکتا ہے؟۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے پُر معارف لٹریچر میں اس سوال کا مکمل اور اطمینان بخش جواب موجود ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے معرکۃ الآراء لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں بھی تفصیل کے ساتھ اس سوال پر روشنی ڈالی ہے۔ کہ کس طریق سے اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے اپنے ذاتی تجربہ کو پیش کر کے یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے مبعوث فرمایا ہے۔ تا میں بنی نوع انسان کو وہ راہ دکھا دوں۔ جس پر چل کر انسان ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رویت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے اپنے خالق و مالک کو دیکھ سکتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں

"ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا ہے اور اس کے اندر بولتا ہے۔ وہ اس کے دل میں اپنا تخت بناتا اور اس کے اندر سے آسمان کی طرف کھینچتا ہے۔ ..... اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ وہ تعلقات اپنے بندہ سے ظاہر کرتا ہے کہ گویا اپنی الوہیت کی چادر اس پر ڈال دیتا ہے۔ اور ایسا شخص خدا کے دیکھنے کا آئینہ بن جاتا ہے یہی بھید ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ غرض یہ بندوں کے لئے انتہائی تجلیہ ہے۔ اور اس پر تمام شکوک ختم ہو جاتے ہیں۔ اور پوری تسلی ملتی ہے۔ میں بنی نوع انسان پر ظلم کرونگا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ مخاطبہ جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں۔ جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں۔ اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں۔ اور قصوں کو چھوڑ دیں۔ اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش ہو۔ اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں ..... اے عزیزو! اے پیارو! کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے۔ اور اس طرح پر دنیا کو تباہ کر دے بلکہ اس کے الہام اور مکالمے اور مخاطبے کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں ان کو ان کی راہوں سے ڈھونڈو۔ تب وہ آسان سے تمہیں ملیں گے۔ وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا۔ اور اپنے مناسب مقام پر ٹھہرا۔ اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے تا تم اس پانی کو پی سکو۔ یہی کرنا چاہیئے کہ افتاں و خیزاں اس چشمہ تک پہنچو۔ پھر اپنا منہ اس چشمہ کے آگے رکھ دو۔ تا اس زندگی سے سیراب ہو جاؤ۔ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے کہ جہاں اس روشنی کا پتہ ملے اس طرف دوڑے اور جہاں اس گم گشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اس راہ کو اختیار کرے ....

وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے۔ اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے۔ بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہتا ہے۔ اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک وہ جو اٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۱ تا صفحہ ۱۲۳)

مکالمہ مخاطبہ اور الہام سے کیا مراد ہے

مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے مکالمہ مخاطبہ اور الہام الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ مکالمہ مخاطبہ اور الہام کی جو تشریح آپ نے بیان فرمائی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ہدیۂ احباب کر دی جائے۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے۔ جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرعہ بنا کر دوسرا سوچتا ہے تو دوسرا مصرعہ دل میں پڑ جاتا ہے سو یہ دل میں پڑ جانا الہام نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کے قانونِ قدرت کے موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے .... الہام کیا چیز ہے۔ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ۔ یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہے۔ ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہے .... خدا کے الہام میں ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست کو مل کر باہم ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح رب اور اس کے بندے میں ہمکلامی واقع ہو۔ اور یہ کسی امر میں سوال کرے تو اس کے جواب میں ایک کلام لذیذ و فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔ جس میں اپنے نفس اور فکر اور غور کا کچھ بھی حصہ نہ ہو .... اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بندہ اس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے ...... ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب الہام الٰہی شروع ہو جائے۔ مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن اور لذیذ و پُر معنی و پُر حکمت پوری شوکت سے اس کو سنائی دے۔ اور کم سے کم بارہا اس کو ایسا اتفاق ہو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے درمیان عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو۔ اس نے سوال کیا۔ خدا نے جواب دیا۔ پھر گذارش عاجزانہ کی۔ خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں۔ اور خدا نے ان مکالمات میں اس کی دعائیں منظور کی ہوں۔ عمدہ معارف پر اس کو اطلاع دی ہو۔ آنے والے واقعات کی اس کو خبر دی ہو۔ اور اپنے مکالمہ سے بار بار کے سوال و جواب میں اس کو مخاطب کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا کا بہت شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اس کو اپنے تمام بندوں میں سے چن لیا۔ اور ان صدیقوں کا اس کو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ یہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات ہے۔ جس کو یہ مل جائے۔ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے۔ اس درجہ اور اس مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ صفحہ ۱۱۸)

(باقی)

تصحیح

بدر مورخہ ۱۸ر جولائی میں پہلے صفحہ پر "حضرت بھائی چودری عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ کی یاد میں" کے عنوان کے تحت کالم ۳ میں حضرت بھائی جی رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات غلطی سے ۹ر جون ۵۵ء لکھی گئی ہے دراصل یہ ۹ر جولائی ۵۵ء ہے احباب تصحیح فرمالیں۔ (ایڈیٹر)

دفتر مینیجر بدر سے خط و کتابت کرتے وقت چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینیجر بدر)

حضرت بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم رضؓ

صفِ اوّل کے رخنوں کو بھرنے کیلئے صفِ دوم کو آگے آنا چاہیئے

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

[حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا یہ گرانقدر نوٹ بدر کی گذشتہ اشاعت میں ایک دوسرے مضمون کے ساتھ شامل ہو کر شائع ہو گیا۔ حالانکہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے موجودہ صورت میں علیحدہ درج کیا جانا چاہیئے تھا اس لئے تلافیٔ مافات کے طور پر اسے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر]

حضرت بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحب کل بروز عید ساڑھے نو بجے صبح وفات پا گئے۔ اِنّا للّٰہِ وَاِنّا الیہِ راجعون۔ حضرت بھائی صاحب کئی سال سے فالج کی وجہ سے صاحب فراش تھے۔ مگر عام صحت عموماً اچھی رہتی تھی۔ البتہ چند ماہ سے بلڈ پریشر کے بڑھ جانے اور دل کے عارضہ کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہو گئی تھی۔ اور ضعف دن بدن بڑھ رہا تھا حتیٰ کہ آخری دو تین دن قریباً نیم بیہوشی کی حالت میں گذارے۔

حضرت بھائی صاحب مرحوم کو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھ مذہب سے نکل کر اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے یہ کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرنے اور احمدیت قبول کی سعادت بھی پائی۔ تیسرے یہ کہ نہ صرف اسلام اور احمدیت کو قبول کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی لمبی صحبت کا موقعہ میسر آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب نصیب ہوا۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اور عمل کی نعمت سے بھی نوازا۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے نوجوانوں نے دینی علم حاصل کرنے اور تقویٰ پر قائم ہونے کی سعادت پائی۔ پانچویں یہ کہ حضرت بھائی صاحب صاحبِ الہام و کشوف بھی تھے اور دعا کی تحریک پر ان پر عموماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا تھا۔ پھر یہ کہ خلافتِ ثانیہ کا بھی لمبا دور پایا۔ اور بالآخر قادیان میں کئی سال تک درویشی کی زندگی بھی نصیب ہوئی اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں وفات کے قریب ربوہ لے آیا اور اتفاق ہوا کہ جنازہ کے وقت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں موجود تھے۔ اور حضور نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت بھائی صاحب مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں دفن کئے گئے۔ یہ سب خصوصیات غیر معمولی رنگ رکھتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ نصرت اور خاص ذرّہ نوازی کی دلیل ہیں کہ سکھ مذہب سے نکال کر کہاں سے کہاں تک پہونچا دیا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بھائی صاحب مرحوم ۱۸۹۴ء میں مسلمان ہو کر قادیان آئے تھے اور اس وقت ان کی عمر غالباً ۲۱ سال کی تھی۔ جب خدا تعالیٰ نے دل میں اسلام کی چنگاری پیدا کی تو فوجی ملازمت چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ نے انہیں اپنی شاگردی سے نوازا۔

گذشتہ ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاص کارکن بڑی سرعت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی جگہ لینے کے لئے احمدیت کا نوجوان طبقہ آگے آنے کے لئے کیا کوشش کر رہا ہے۔ اور ترقی کرنے والی قوموں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ صفِ اوّل کے ساتھ ساتھ صفِ دوم کا بھی انتظام رکھا کرتی ہیں تا کہ صفِ اوّل کے بزرگوں کے گذرنے پر صفِ دوم کے نوجوان ان کی جگہ لے سکیں اور جماعت کی ترقی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پس میں اس موقعہ پر بڑے دردمند دل کے ساتھ اپنے نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صفِ اوّل کے خلا کو پُر کرنے کے لئے اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں جو زندہ الٰہی جماعتوں کا طرّہ امتیاز ہیں۔ یعنی فرائض کے علاوہ نفلی عبادات پر بھی زور دیں۔ ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید میں شغف پیدا کریں۔ اور اپنے دلوں میں تقویٰ کا درخت لگا کر اپنے قلوب کے دامن کو خدا کی رحمت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ حتیٰ کہ الٰہی رحمت جوش میں آ کر انہیں اپنے انوار کا مہبط بنا لے۔ مجھے خوشی ہے کہ کچھ عرصہ سے کافی احمدی نوجوانوں میں اس طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے مگر ابھی تک احمدیت کی صفِ دوم اتنی بیدار نہیں ہوئی کہ وہ صفِ اوّل کی جگہ لے سکے۔ اور ان کا وجود بھٹکتی روحوں کیلئے شمعِ ہدایت اور سہارے کا کام دے۔ پس نوجوانوں کو چاہیئے کہ ضرور اس طرف خاص توجہ دیں۔ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا ہر پچھلا قدم ہر پہلے قدم سے آگے نہ بڑھے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

خاکسار مرزا بشیر احمد
ربوہ ۱۰/۷/۵۷

درخواستہائے دعا: ۱۔ میرا چھوٹا لڑکا منور احمد بعارضہ پچش کئی دنوں سے سخت بیمار ہے۔ صحابہ کرام درویشان اور احباب کرام سے دعائے صحت کی عاجزانہ درخواست ہے۔ خاکسار لطیف الرحمٰن۔ چودہ کلاٹ گنڈ

۲۔ خاکسار عرصہ دراز سے بعض ابتلاؤں میں مبتلا ہے ان کے ازالہ کیلئے دعا فرمائی جائے۔ خاکسار فضل الٰہی لالہ موسیٰ

بقیہ لیڈر ... از صفحہ ۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیت اسلام پر سب سے بڑی دلیل خدائے قادر و توانا کی ہستی پر جو برہانِ قاطع پیش کیا وہ یہی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ہے۔ چنانچہ منکرینِ الہام و کلام کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نے اسی فطرتی بات کو پیش کیا۔ اور فرمایا ؎

بِن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں تو گفتار ہی سہی
حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

اس کے مطابق نہ صرف یہ کہ خود آپؑ نے خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کے معجزات و کرامات دکھائے۔ بلکہ آپؑ کے ہاتھ سے جو برگزیدہ جماعت تیار ہوئی اس میں بھی بیسیوں ایسے خدا نما وجود پیدا ہوئے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق پیدا کر کے اسی کے ہو گئے۔ ایسے ہی بزرگوں کے بارہ میں آپؑ نے فرمایا ؎

ہر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اس سے مل کے دل کو اسی سے ملاتے ہیں
وہ اس کے ہو گئے اس سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے جو ان علامات کے مصداق تھے۔ پس کیا ہی خوش قسمت تھے آپؓ جن کی زندگی ایسی کامیاب گزری۔ کس قدر خوش نصیب تھے آپ کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آخری پیغام آیا تو وہ بھی عیدِ قرباں کا دن تھا۔ جب کہ دوسرے لوگ اپنے جانوروں کی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر رہے تھے تو حضرت بھائی جی نے اپنی جان ہی جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنّا للّٰہ وَاِنّا الیہِ راجعون۔

الغرض انفرادی طور پر حضرت بھائی جی مرحوم کی زندگی ایک کامیاب زندگی تھی اور ساتھ ہی جماعتی طور پر بھی آپؓ کا وجود اسلام و احمدیت کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے ایک زندہ گواہ۔!

ہم آپؓ کی جدائی کے صدمہ اور آپ کی وفات کی وجہ سے جماعتی نقصان کے شدید احساس کی وجہ سے مغموم دل کے ساتھ آپ کو الوداع کہتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں دعا کرتے ہیں کہ ؎

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم
نیز مارا از بلاہائے زمن محفوظ دار
تکیہ گاہِ ما توئی اے قادر و ربِّ رحیم

بعض دلچسپ حالات و واقعات

از مکرم خورشید احمد صاحب پربھاکر شاہجہانپور

بندھیل کھنڈ میں ایک رات

بندھیل کھنڈ کا علاقہ بھارت کی تاریخ کا سنہری حروف میں لکھا ہوا ایک ورق ہے۔ یہ بہادر سورماؤں کے لئے کھلی کتاب ہے۔ ماہ جون سنہ ۱۹۵۷ء کے آخری ہفتہ میں بماعتی کام کے سے مجھے اس علاقہ میں ایک رات بسر کرنے کا موقعہ ملا۔ عجائبات قدرت کے نمونے اس علاقہ میں ملتے ہیں۔ نامور تاریخی ہستیوں کے متعدد آثار یہاں موجود ہیں۔ یہ سب ان کی شان و شوکت کے ساتھ، دیکھنے والے کیلئے عبرت کا سامان پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ سارا دن سخت گرمی تھی۔ لیکن رات ٹھنڈی گذری۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بندھیل کھنڈ کی رات سرد ہوتی ہے۔ علاقہ عموماً پہاڑی ہے۔ ٹیلوں پر چھوٹے چھوٹے درخت ہیں۔ ایک طرف پہاڑی ہے تو دوسری جانب غار نما گہری وادی ہے۔ اونچائی اور معاً بعد عمیق گہرائی سے تدریجاً ڈھلوان یا اونچان کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

ہماری گاڑی ہرپال اسٹیشن سے جھانسی کی طرف جارہی تھی۔ راستہ میں سار ندھا ندی کے پل کے تھوڑے فاصلہ پر اورچھا کا تاریخی مقام، یادگار رفتگاں کا نشان دکھائی دیا۔ رانی سارندھا کا پیارا مندر عین ندی کے درمیان ہے۔ ان دنوں یہ ندی قریباً خشک تھی۔ آثار دیکھتے ہی مختلف قسم کے خیالات دماغ میں چکر لگانے لگے —— !! کبھی اس مقام میں اورچھا ترلیش حکومت کرتے ہونگے !! آج ان کی یادگار کے طور پر صرف یہ چند مکانات باقی رہ گئے ! رانی مندر میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کتنی شان سے پوجا کرنے جاتی ہوگی! کیا اس مندر میں ہر قوم کی عورتوں کو پوجا کرنے کی اجازت ہوگی ؟ اُف ! اس کا تو اس زمانے میں تصور کرنا بھی پاپ تھا۔ اس وقت کے راجہ آزادی کے لئے اپنی عمروں کو قربان کر گئے۔ مگر مذہبی غلامی کے شاید مجسم نمونے تھے۔ پرماتما تو ہر قوم کا ہے پھر کیوں نیچ اقوام کی عورتوں کو رانی کے مندر میں پوجا کرنے کی اجازت نہ ملی ؟

انہی خیالات میں تھا کہ ریل کے دوسرے ساتھیوں پر نظر پڑی۔ ہرپال اسٹیشن سے پہلے والے خیال نے دوبارہ تقویت پکڑ لی۔ اور میں سوچ میں پڑ گیا۔

ہندو اور چوٹی

میں نے سوچا کہ اس علاقہ میں ہندوؤں کے سروں پر چوٹی کیوں نہیں —— ؟ کیا یہ لوگ مسلمان ہیں —— ؟ نوجوانوں کے سر کے بالوں اور مونچھوں کی بناوٹ لاہوری مسلم نوجوانوں کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ آنکھوں میں شجاعت و بہادری کی جھلک تھی۔ اور صحت بھی پنجابیوں جیسی۔ !! لباس پاجامہ اور قمیص تھا۔ سر عموماً ننگے تھے۔ ہاں بعض معمر لوگوں نے پگڑیاں باندھ رکھی تھیں۔ دو فیصد ٹوپیاں بھی نظر آئی۔ میں نے یو۔ پی میں ہندوؤں کے سروں پر چھ انچ سے لیکر ایک فٹ تک لمبی چوٹیاں دیکھی تھیں۔ مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا — ! میں نے اپنے ایک نوجوان ہم سفر سے معلومات حاصل کرنی چاہیں

”آپ کا نام کیا ہے ؟“

”پرمیشور دیال“

”آپ کے سر پر چوٹی کیوں نہیں ؟“

”میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھتا ہوں جب سکول میں کرسیوں پر بیٹھتے ہیں تو پیچھے والے لڑکے چوٹیا پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ اس لئے میں نے چوٹیا کٹوا دی ہے“

”شاید چوٹی تو ہندو کے لئے ضروری ہے ؟“

”چٹیا تو برہمن لوگ رکھتے ہیں اور یہاں تو اس کا رواج بہت کم ہے آپ ان سب لوگوں کو دیکھ لیں کسی ایک بوڑھے کے سر پر ہوگی۔ ورنہ ادھر اس کا رواج کم ہوگیا ہے۔“

ایک مسلمان کو نوجوان سے باتیں کرتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوتے اور سب نے کہا —— ہاں ادھر چٹیا کا رواج کم ہے۔

عورتوں کا لباس کچھ مختلف تھا اس علاقہ کی قریباً تمام عورتوں نے سرخ رنگ کی ساڑھیاں باندھ رکھی تھیں۔ اور قمیص کی جگہ گز سوا گز کی ایک چولی۔ پاؤں میں اتنے بھاری زیور کہ ایک پاؤنڈ سے لیکر سات پاؤنڈ تک وزنی۔ جن کی وجہ سے چلنے میں بھی روک پیدا ہو۔ باینہمہ اس علاقہ کے مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ کام کرتی ہیں۔ سڑکوں کی مرمت عموماً عورتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ علاقہ زرعی نقطۂ نگاہ سے پسماندہ ہے اونچے ٹیلے عمیق وادیاں۔ جنگلات اور پتھریلی زمین۔ حکومت کے ترقی کے منصوبہ میں روک ہیں

ایک پیر صاحب سے ملاقات

قصبہ راٹھ (یو۔ پی) میں ایک پیر صاحب کے متعلق سننے میں آیا کہ وہ بزرگ بولتے بہت کم ہیں۔ کثرت سے لوگ ان کی زیارت کو جاتے ہیں انہوں نے کچھ عرصہ ہوا فرمایا تھا کہ جون سنہ ۱۹۵۷ء میں تین دن کے اندر کئی کروڑ انسان مر جائیں گے اور باقی چند لاکھ بچ رہیں گے۔ جب یہ بات پوری نہ ہوئی تو لوگوں نے باادب ان سے التماس کی کہ پیر جی ! یہ بات تو پوری نہ ہوئی۔ فرمایا کہ میں نے تو یہ بات اپنی زبان میں کہی تھی۔ تمہاری زبان میں نہیں کہی تھی۔ جو مطلب تمہاری زبان میں اس کا ہے وہ مطلب ہماری زبان میں نہیں۔

اتفاقاً ہرپال اسٹیشن پر انہی پیر صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ ان کے ساتھ گفتگو خاصی دلچسپ رہی۔ یہ بزرگ قرآن مجید سے بالکل کورے۔ جھانسی کے رہنے والے اور ”چنبیلی“ نام رکھتے تھے

پیر چنبیلی صاحب

پیر چنبیلی صاحب کے پاس ایک رجسٹر اور دو رسالے اردو کے تھے جن کو پیر صاحب احادیثِ مقدسہ کا نام دیتے تھے۔

معرفت کا نکتہ ؟! پیر صاحب نے مجھے معرفت کا ایک لطیف نکتہ بتایا فرمانے لگے ”لا کے معنی ہیں نہیں کوئی معبود“۔ ”لا سے لام بنا اور لام سے م بنا۔ اور م سے محمدؐ بنا۔ پس اس طرح نہیں کوئی معبود۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔“ میں نے عرض کیا کہ لا کے معنی تو نہیں کے ہیں لا سے لام کیونکر بنا ل کے معنی ”نہیں“ کے تو نہیں ہیں بیشک ل کی آواز میں م شامل ہے مگر ل سے م کیسے بن گیا۔ اور لا کے معنی ”نہیں کوئی معبود“ کیونکر ہوئے فرمانے لگے ہمارے فلاں بزرگ لا سے ہی محمدؐ نکالتے ہیں۔ یہ معرفت کی بات ہے اور مجھے نکالنا نہیں آتا ! میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں تو توحید کا فلسفہ، آنحضرت صلعم کی عبودیت کا راز اور حضورؐ کا مقام بتایا گیا ہے۔ آخر اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جس کی سمجھ خود پیروں تک کو نہیں۔ اور مرید ایسے لطیفوں (؟) رازوں سے کیا حاصل کر سکیں گے ؟

آنحضرت صلعم کے بلند مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کی تلاوت کی اور پیر صاحب سے کہا کہ آپ اس کے معنی تو جانتے ہی ہیں۔ حضور صلعم کا یہ کتنا بلند مقام ہے، مگر اس کے جواب میں پیر صاحب کی خاموشی سے میں نے تاڑ لیا کہ پیر صاحب قرآن مجید کے علوم سے بالکل کورے ہیں۔ چنانچہ میں خاموش ہوگیا۔ مجھے خاموش دیکھ کر وہ پھر اپنی خودساختہ معرفت کی مزید باتیں سنانے لگے۔ جو ان کے قطعی بے علم ہونے کی دلیل تھیں۔

پیر صاحب نے فرمایا کہ میرے اڑھائی لاکھ مرید ہیں۔ ان میں بڑے بڑے ہندو بھی ہیں (رجسٹر کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے) میں ان کے نام دکھا سکتا ہوں۔ بزعم خود اپنی بزرگی کے اظہار کے لئے فرمایا کہ عمر میں پہلی بار اپنے ہاتھ سے آج پانی پیا ہے ورنہ مرید لوگ ہی پلا دیا کرتے ہیں ہمارے بہت خلیفے ہیں۔ قوال بھی ساتھ ہوتے ہیں مگر آج ہمارے خلیفہ صاحب ہمارے ساتھ نہیں آئے اس لئے ہم کو اکیلے آنا پڑا۔

پیر صاحب جھانسی تشریف لے جا رہے تھے ہماری یہ گفتگو گاڑی کے اندر ہو رہی تھی اس ڈبے کے مسافر ہمہ تن غور سے سنتے رہے۔ بعض معقول اور تعلیم یافتہ مسافر پیر صاحب کی پیری اور نپٹ بے علمی پر متعجب ہو رہے تھے۔ پیر صاحب جھنجلا رہے تھے اور آخر وہ جھانسی سے دو اسٹیشن ادھر ہی اتر گئے۔

اور میں سوچتا رہ گیا

کہ بیچارے اسلام کی کشتی کن ناخداؤں کے پالے پڑ گئی ہے۔ اگر ان پیر صاحب کے واقعی اڑھائی لاکھ مرید ہیں تو ان کے علم اور اسلامی احکام سے واقفیت کی کیا حالت ہوگی۔ ! اور جو پیر صاحب بے علم ہونے کے ساتھ ہی خیر سے اتنے بے عمل بھی ہیں کہ انہوں نے ساری عمر میں صرف ایک بار اپنے ہاتھ سے پانی پیا ہے تو وہ اپنے اڑھائی لاکھ مریدوں کو کیا درسِ عمل دیتے ہونگے ؟ اور اس اڑھائی لاکھ مسلمان کے بے علم اور بے عمل مرجانے کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔ اور پھر اس بڑی تعداد کی اولادیں کیا قیامت کے روز صرف یہی کہہ کر رہ جائیں گی :-

اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا !!

سُرخ ستارہ تاریخ کی روشنی میں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مشن بمبئی

(۱)

کمیونسٹ لیڈروں کا قول ہے کہ دنیا میں انسانی سوسائٹی کی پہلی تعمیر اشتراکی اصول پر ہوئی۔ وہ انسانی تاریخ کو تین دوروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ عہد وحشت۔ عہد بربریت اور عہد تمدن۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عہد وحشت و بربریت تک ہر جگہ کمیونسٹ برادری پائی جاتی تھی۔ وہ اپنی تائید میں امریکہ۔ ہندوستان۔ آسٹریلیا وغیرہ کے قدیم باشندوں کو پیش کرتے ہیں۔

قدیم کمیونسٹی برادری

خاندان اور سماج کی تشکیل کیونکر ہوئی؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فریڈرک اینگلس نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "خاندان اور ذاتی ملکیت" میں کہا ہے کہ اس کا آغاز گروہ داری شادی سے ہوا ہے جس میں ایک قبیلہ کی ساری عورتیں دوسرے قبیلہ کی مشترکہ بیویاں سمجھی جاتی تھیں۔ کسی مرد کا کسی عورت پر یا کسی عورت کا کسی خاص مرد پر کوئی امتیازی حق نہیں ہوتا تھا۔ فریڈرک اینگلس کے نزدیک یہ کمیونسٹی برادری کا زمانہ تھا۔ پھر کثرتِ زوجگی و کثرتِ شوہری کا زمانہ آیا۔ یعنی ایک عورت کے متعدد شوہر جس کی مثال ہندوستان کے عہدِ مہابھارت میں بھی ملتی ہے۔ اور ایک شوہر کی متعدد بیویاں۔

مادری حقوق

پہلی صورت میں نسب نامہ عورتوں کی طرف سے چلتا تھا۔ اور وہ مادری حقوق کا زمانہ کہلاتا ہے۔ ہندوستان کے ہماچل پردیش میں ابھی تک اس پر عمل ہوتا ہے۔ اسی لئے وہاں معاملہ وراثت و نکاح میں ہندو کوڈ بل نافذ نہیں کیا گیا۔ کیرالا میں بھی مادری حقوق کے کچھ آثار پائے جاتے ہیں۔

دورِ تمدن اور کمیونسٹ معاشرت

انگلس کی تحقیق ہے کہ اس عہد میں محرم و غیر محرم کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ بھائی بہن سے اور بیٹے ماں سے جنسی تعلقات قائم کرتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ خالص کمیونسٹ برادری تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت انسانی سماج میں اخلاقی تنگ نظری نہیں آئی تھی۔ اور لوگوں میں ذاتی ملکیت پیدا کرنے کی حرص پیدا نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد دورِ تمدن آیا اور اب انسانوں نے محض ذاتی ملکیت پیدا کرنے کے لئے یک زوجگی کا دستور نافذ کیا۔ اور کچھ اخلاقی و مذہبی قوانین وضع کئے۔ اینگلس کے نزدیک بنائے فساد یہی دورِ تمدن تھا۔ اسی دورِ تمدن میں سرمایہ داری۔ ذاتی ملکیت۔ غلامی اور یک زوجگی کو فروغ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں عہدِ وحشت و بربریت کا کمیونسٹ معاشرہ درہم برہم ہو گیا۔ ان کے علم میں کم سے کم ڈھائی ہزار سال تک ذاتی ملکیت کے لئے حقوقِ ملکیت کی پائمالی ہوتی رہی۔ اور عورتیں، مزدور اور کسان اپنے اپنے حقوقِ ملکیت سے محروم رہے۔

تاریخ مادی نقطۂ نظر سے

تاریخ انسانی کے اتنے لمبے عرصہ میں اور کیا کیا انقلابات آئے اور انسان نے میدانِ ارتقاء میں اور کن کن چشموں سے فیض حاصل کیا۔ کمیونسٹ لیڈروں کی تحریرات میں اس کا کوئی خاص ذکر نہیں آتا۔ وہ فلسفۂ معاشیات کے علاوہ دوسرے فلسفوں کو مصنوعی اور تمدن کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس سے آگے بڑھ کر اس عہد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جو مذہب اور اخلاق کی پابندیوں سے آزاد تھا۔ وہ کمیونزم کا جو پیغام لے کر آئے۔ وہ ٹھوس مادی پیغام تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس کی تشریح کرنے کے لئے تاریخِ عالم کا محض مادی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا۔

دورِ حاضر کے مفکرین

اور وہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ خدا، مذہب، اور اخلاق کی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ لہٰذا اس عہد کے مفکروں کو خدا اور مذہب سے ناامید ہونا پڑا۔ اور تاریخ، اقتصادیات، اور سائنس کے ذریعہ ایک نئی قوم کی تعمیر کرنی چاہی۔ ڈارون نے جسمانی ارتقاء پر۔ مارکس و اینگلز نے ذاتی ملکیت و اقتصادیات پر۔ اور آئن سٹائن نے سائنس کے نظریۂ اضافت پر جس طرح غور کیا۔ اہلِ نظر اسی وقت سمجھ گئے کہ پرانے عقاید مٹ رہے ہیں۔ اور اب مذہب اور دیوی و دیوتا کے مقابلہ میں انسان اپنی قوتِ تخلیق کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔

ہماری صنعتیں

مارکس اور اینگلس کے مینی فسٹو میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ مستقبل قریب میں انسانی سماج کی نئی تعمیر ہونے والی ہے۔ یورپ جو دورِ تمدن کا داعی ہے اور جس تمدن کی بنیاد ذاتی ملکیت۔ استحصال بالجبر اور یک زوجگی پر ہے اسے اب اپنی تجارت و صنعت کو فروغ دینے کیلئے دنیا کے بڑے بڑے بازار مل گئے ہیں۔ امریکہ۔ ہندوستان اور روس کی منڈی اس کے ہاتھ آ گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انکشاف امریکہ۔ غلامیٔ ہندوستان اور پسماندگیٔ روس سے یورپ کی تہذیب و تمدن کو پنپنے کا خوب موقعہ ملا ہے۔ بورژواؤں نے انہی ممالک سے خام اشیاء حاصل کیں اور بھاری بھاری صنعتیں قائم کیں۔ سرمایہ داروں کی اسی دوڑ دھوپ میں بیچارے مزدور اور کسان بالکل پس گئے۔ اور اس طرح عوام کے دو نوبڑے طبقے غلامی و بیروزگاری کی لعنت میں مبتلا ہو گئے اگر اس عہد کے صنعتی ممالک پر نظر ڈالی جائے تو واقعی وہاں کے کسان و مزدور قابلِ رحم اقتصادی و معاشی مشکلات میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

عہدِ وحشت کا مطالعہ

طبعی طور پر جب جاگرداری و سرمایہ داری نقطۂ عروج پر پہنچی تو محنت کش طبقہ میں اس کا ردِ عمل ہوا۔ اور وہ اس بندھن سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ کارل مارکس اور اینگلز اسی ردِ عمل کی پیداوار ہیں۔ جب ان دونو نے سرمایہ داروں کی چیرہ دستی اور محنت کش طبقہ کی پامالی دیکھی۔ تو انہیں اس تمدن کے پورے پس منظر پر غور کرنے کا خیال آیا۔ اور غور کرتے کرتے عہدِ بربریت و وحشت تک پہنچے۔ اور امریکہ کے مارگن ہنکرانٹ۔ برطانیہ کے میکلینن اور سوئس کے باخوفن جیسے ماہرینِ علم الاقوام نے دنیا کے قدیم باشندوں اور ان کے رہن سہن کی جو تاریخ مرتب کی۔ فریڈرک اینگلس نے انہی کی تحقیقات پر خاندان۔ ذاتی ملکیت اور ریاست کے متعلق اپنے نظریہ کی دیوار کھڑی کر دی۔

یک زوجگی

فریڈرک اینگلس کا خیال ہے کہ یک زوجگی کا رواج ذاتی ملکیت کے خیال کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب ذاتی ملکیت پیدا ہوئی تو اب اس کی حفاظت کیلئے یک زوجگی۔ وراثت و وصیت کا قانون وضع ہوا۔ جرمنی جہاں قانونِ وراثت جاری تھا۔ اولاد کی شادی باپ کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ برطانیہ جہاں شادی کیلئے والدین کی رضامندی ضروری نہیں۔ یا فرانس جہاں کے لوگ غیر ملکیوں سے شادی کر سکتے ہیں۔ وہاں قانونِ وصیت نافذ ہے۔ ان ملکوں میں وصیت کے ذریعہ اولاد کو ساری جائداد سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ کمیونسٹ رہنماؤں کا خیال ہے کہ یہ ساری پابندیاں محض ذاتی ملکیت پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے عاید کی گئیں۔ عہدِ وحشت و بربریت میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے وہ تمدن کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد ایک کے ہاتھوں دوسرے کے استحصال پر ہے۔

اشتراکیت اور جنسی تعلقات

کمیونسٹ رہنماؤں کا خیال ہے کہ جب اشتراکیت مکمل صورت میں جاری ہو جائے گی تو تمدن کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ذاتی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ ہر شخص کے معاش کا انتظام گورنمنٹ کے ذمہ ہوگا۔ شوہر بیوی کے نان و نفقہ کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ والدین اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے ذمہ دار نہیں ہونگے۔ تو پھر اس وقت خاندان کی کیا صورت ہوگی۔؟ اور عورت و مرد کا جنسی تعلق کیا رنگ اختیار کریگا؟

اینگلس کا ایک جواب یہ ہے کہ قیامِ اشتراکیت کے بعد یک زوجگی کی تکمیل ہو جائے گی۔ لیکن پھر وہ اپنے اس جواب کی معقولیت پر شک کا اظہار بھی کرتا ہے۔

زنا۔ کمیونسٹ نظریہ کے مطابق اخلاقی تنگ نظری!!

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آج کے تمدن میں عورتوں اور مردوں کے درمیان جس طرح جنسی تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ اور زناکاری کو معیوب سمجھا جاتا ہے کمیونسٹ رہنما اس کو تنگ نظری کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یکزوجگی اور یک شوہری معیارِ شرافت نہیں۔ وہ گروہ داری شادی۔ کثرتِ شوہری۔ کثرتِ زوجگی اور محرمات کے درمیان جنسی تعلقات سب ہی روا سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہر وہ طریق جو ذاتی ملکیت کے منافی ہوگا۔ ان کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ اس لئے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ دورِ اشتراکیت میں عہدِ وحشت و بربریت کے سے جنسی تعلقات قائم کئے جائیں گے۔ اگر کسی طریقہ کا نفاذ مشکل ہوگا تو یکزوجگی و یک شوہری کا۔ چونکہ اس وقت خاندانی اور اقتصادی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی

ضرورت نہ ہوگی۔ اور اس سے ذاتی ملکیت و ریاست کے پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہوگا۔ اس طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اشتراکی میں طوائف اور چکلوں کا کوئی علیحدہ تصور نہیں ہوگا۔

اشتراکیت اور خاندان

ابھی روس میں جو نظام جاری ہے وہ اشتراکی نظام نہیں۔ بلکہ ابھی محض زندگی کے بعض شعبوں میں اشتراکیت کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب کمیونسٹ رہنما خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کی نئی تعمیر کریں گے تو ساتھ ساتھ خاندان کی بھی نئی تعمیر ہوگی۔ اور اگر انہوں نے ذاتی ملکیت و ریاست کو عہدِ وحشت کے سانچے میں ڈھالنے کے بعد اسے بھی اسی سانچے میں ڈھالنا چاہا۔ تو یقیناً خاندان کی نئی تعمیر بھی عہدِ وحشت و بربریت کے طریقہ پر ہونے لگے گی۔

مذہب

عہدِ وحشت و بربریت میں مذہب کا نشان نہیں تھا۔ اس لئے کمیونسٹ رہنما اسے بھی دورِ تمدن کی ایجاد۔ سماج کے لئے غیر ضروری بلکہ مضر قرار دیتے ہیں۔

لینن کا قول ہے کہ مذہب قوم کا افیون ہے (سوشلزم و مذہب کی کتابیں)

جہاں انسان تکلیف میں ہے وہاں مذہب ہے (لینن اپنی خاص کتابوں میں)

مذہبی عقاید انسان کے جذبۂ جد و جہد کو نابود کر دیتے ہیں (بولشویک ۳۱ نومبر ۱۹۲۷ء)

کمیونسٹ لٹریچروں میں اس قسم کی بہت سی تحریریں ملتی ہیں حالانکہ کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اپنے پیروکاروں کو ایسی باتوں کی ہدایت کی ہو

مذہب کا اقتصادی نظام

کمیونزم کے اقتصادی نظریہ میں سب سے اہم سوال ذریعۂ آمد کا ہے۔ کمیونزم کا سب سے بڑا نعرہ یہی ہے "کام دو ورنہ روٹی دو" اگر یہی معاشیات کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور اسے ہی حل کرنے کے لئے کمیونسٹوں کی ساری مشینری حرکت میں آگئی ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کم سے کم اسلام تو اس مقصد میں اس پر سبقت لے گیا ہے۔ قرآن کریم نے اولادِ آدم کے جس جنّت کا نقشہ کھینچا ہے اس میں یہی کہا گیا ہے کہ تمہارا معاشرہ ایسا ہونا چاہئیے جس میں ہر شخص کے لئے روٹی۔ کپڑے اور گھر کا بندوبست ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی تحریک کو جو حنفا تھا اس میں تائید کی کہ جس سے پانی، زمین اور ذریعۂ آمدنی ہوا، کے

کپڑے اور روز ینے کا حکومت کی طرف سے بندوبست کیا جائے۔

اشتراکیت اور مذہب

مگر کمیونسٹ لٹریچر کو دیکھئے تو اس میں ذرا بھی مذاہب کے اقتصادی نظام پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی جاتی۔ ورنہ وہ دماغ جو زمانۂ تاریخ سے ہزاروں سال قبل کے انسانی خاندان کی تحقیق کر سکتا ہے کیا وہ منو سمرتی۔ تورات اور اسلام کے اقتصادی نظام کی تحقیق نہیں کر سکتا تھا۔؟ لہٰذا یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ جس دن مکمل اشتراکی نظام قائم ہوگا اس دن قوم و سماج سے مذہب کو بالکل بے دخل کر دیا جائیگا۔ اور عہدِ وحشت و بربریت کا بول بالا ہوگا

روس و چین اور مسلمان

بعض اوقات روس و چین کی طرف سے تحفظِ مذہب و کلچر کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں وہاں کے مسلمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم اس رواداری کے انجام پر غور کرتے ہیں تو حیرت آتی ہے کہ ساری دنیا کی آبادی تو بڑھ رہی ہے مگر روس و چین میں مسلمانوں کی آبادی گھٹ رہی ہے۔

(باقی)

بقیہ از صفحہ ۹

اطالوی مستشرقہ......

کی قدر و منزلت میں فرق نہیں آتا۔

ڈاکٹر ویگلیری نے اسلام کی تعلیمات اور پیغمبرِ اسلام کی سیرت کو دلی عقیدت کے ساتھ پیش کیا ہے لیکن عہدِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے تنزل اور انتشار کے اسباب میں سے ایک سبب پر انہوں نے دلیری سے انگلی رکھی ہے اور اس کے علاج کی طرف بھی رہنمائی کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:-

"قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کے اندر نہ کوئی دشمن تبدیلی پیدا کر سکا۔ نہ کوئی دوست۔ جو گردشِ ایام کے اثرات سے محفوظ رہی۔ جو ایک اُمّی اور آخری شارع نبی پر اتری۔ اور حرف بحرف محفوظ رہی۔ پس مسلمانوں کو اسی خالص چشمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور جب وہ بلا واسطہ اس مقدس چشمے سے پئیں گے تو ان کے اندر ایک نئی روح اور ایک نئی قوت پیدا ہوگی۔"

بلاشبہ یہی صحیح علاج ہے۔ قرآن کریم وہ وحی ہے جو خدا تعالیٰ کے الفاظ میں محمد صلعم کی طرف نازل ہوئی۔ جو حرف بحرف خدا کا کلام ہے۔ کائنات عالم کو خدا تعالیٰ نے بنایا اور قرآن حکیم میں کائنات کی طرح دائمی زندگی کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے پھل ہر زمانے میں روح کو بالیدگی عطا کرتے ہیں۔ مغربی محققوں میں سے پروفیسر ویگلیری کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے متعدد امراض کا علاج قرآنِ حکیم ہی ہے۔

منطقی استدلال کے ماتحت وہ اپنے مقالہ میں لازماً اسی نتیجے پر پہنچی ہیں۔ اور ان کی نکتہ رسی کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرآنی ہدایات کے اندر ہر دم تازہ روح پرور اور ہمہ نواز آبِ حیات موجود ہے۔ خود قرآنِ حکیم بھی نوعِ انسان کے لئے یہی تشخیص اور علاج تجویز کرتا ہے۔ مثلاً وہ فرماتا ہے:-

" (اس دن) رسولِ کریم کہیں گے۔ اے میرے خدا۔ میری قوم نے قرآن (الٰہی نعمت) کو چھوڑ دیا"

قرآنی ہدایات سے غفلت انسانی امراض کا سبب ہے اور ان ہدایات کی طرف بازگشت ہی ان کا علاج ہے

اس قیمتی اور مختصر کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں ڈاکٹر آلڈو کسیلی نے کیا ہے جو نہایت قابلِ قدر ترجمہ ہے۔ ترجمہ کرنے کا کام آسان نہیں ہوا کرتا۔ جب کتاب ایک زبان میں ہو۔ اور اس کے مضامین کے ماخذ ایک دوسری زبان میں ہوں اور ایک تیسری زبان میں اس کا ترجمہ کرنا پڑے تو مترجم کی مشکلات میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ محاورے کے بالمقابل محاورہ لانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اصل کتاب میں نہایت نازک اور متین مضمون پر اجمالی بحث ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان امور کو ترجمہ میں مشرح کر دیا جائے۔ اور بایں ہمہ کتاب کے متن سے مطابقت بھی قائم رکھی جائے ڈاکٹر کسیلی کا ترجمہ ان دونوں خوبیوں کا کامیاب اور موثر مرقع ہے۔

تمام دنیا کے مدبر سرگرمی سے کوشاں ہیں کہ بین الاقوامی مفاہمت اور خیر سگالی کے اسباب میں ترقی ہو۔ انہیں ایک مشکل مسئلے کا سامنا ہے۔ جسے نظریات کا تصادم کہنا چاہیئے۔ تقریباً چالیس کروڑ انسان ایسے ہیں جو مراکش سے لے کر چین اور فلپائن تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کی آرزو ہے کہ اسلامی ضابطۂ حیات اور اسلامی اصول دنیا میں رائج ہوں وہ یقین رکھتے ہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں انسانی فلاح و بہبود اور عروج و ترقی کا سارا انحصار اسلامی اصول و قوانین پر ہے۔ ان لوگوں کی بڑی تعداد اہلِ مغرب کے استعمار اور سیاسی ماتحتی سے آزاد ہو چکی ہے یا روز بروز آزاد ہو رہی ہے۔ اب ان کو یہ مقام حاصل ہے کہ اپنے گھریلو اور بین الاقوامی معاملات کا جائزہ لیں۔ اور ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ امنِ عالم بڑی طاقتوں کے درمیان ایک تذبذب اور چپقلش کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ پس امنِ عالم کے قیام و استحکام کے لئے مسلمان ایک فیصلہ کن امداد بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ہر دن جو گذرتا ہے۔ شدت سے اس امداد کا طالب ہے۔ باہمی خیرخواہی کی بڑی ضرورت ہے اور نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جس ذریعے سے لوگوں کے خیالات تدابیر اور اعمال بالآخر اثر پذیر ہونے والے ہیں۔ اسے بخوبی ذہن نشین کر لیا جائے۔

ان دنوں مغرب کے علماء اور مصنفین کے اندر شدت سے یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھیں۔ اس کی قدر کریں اس پر ہمدردانہ غور کریں۔ لیکن عرصۂ دراز کے تعصبات کو دور کرنے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔ ضرورت ہے سرگرم اور مستقل کوشش کی۔ جو تعصب کو دور کر دے۔ اور حقیقی قدر شناسی کو اس کی جگہ پر لے آئے۔ اہلِ مغرب کا یہ رجحان رہا ہے کہ وہ عہدِ حاضر کے مسلمانوں کی کمی اور کمزوری کو اسلام کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیتے رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ عامۃ المسلمین کی کمزوریاں اسلامی اقدار سے غفلت اور ناواقفی کا نتیجہ ہیں۔ نہ کہ ان پر عمل پیرا ہونے کا۔

ان سب امور کے پیشِ نظر پروفیسر ویگلیری کی نفیس اور مختصر کتاب ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے اور اس کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے بھی مفید ہے اور غیر مسلموں کے لئے بھی۔

انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر کسیلی کی مخلص محنت کا رہینِ منت ہے اور انگریزی دان احباب کیلئے شکریہ کا موجب ہونا چاہیئے۔

یہ کتاب جس کا نام "حقیقتِ اسلام" ہے وسیع طور پر پڑھی جانی چاہیئے امید کہ یہ کتاب اہلِ اسلام اور اہلِ مغرب کے درمیان دوستانہ مفاہمت قائم کرنے اور بین الاقوامی امن کو استحکام دینے میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔

اسلام کا پیغام عالمگیر ہے اہلِ مغرب جب ایک دفعہ اسلامی تعلیمات کو بخوبی سمجھ لیں گے تو خوش دلی سے ان کی قدر کریں گے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس منزلِ مقصود پر پہنچنے میں پروفیسر ویگلری کی کتاب ایک خوش کن راہبر ثابت ہوگی۔

ظفر اللہ خان

ہیگ

۲۵ فروری ۱۹۵۷ء

اطالوی مستشرقہ کی اسلام کے متعلق شاندار کتاب

کے متعلق

جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت کا دیباچہ

(ترجمہ اردو از جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور)

اطالوی زبان میں مشہور مستشرقہ Dr Laura Veccia Vaglieri نے ایک نہایت قیمتی مقالہ "An Interpretation of Islam" رقم فرمایا ہے۔ جس کو ہاورفورڈ کالج پنسلوینیا نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور اب اے احمدیہ امریکن مشن واشنگٹن نے شائع کیا۔ اس کتاب کا دیباچہ محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے لکھا ہے۔ ذیل میں اس دیباچہ کا اردو ترجمہ جسے محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور نے کیا ہے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے

یہ کتاب ایک عیسائی عورت کی لکھی ہوئی ہے اس لئے ہمیں بعض خامیوں کا ہونا تعجب انگیز نہیں۔ تاہم یہ کتاب نہایت ہی عمدہ معلومات پر مشتمل ہے اور اس دیباچہ سے اس کتاب کی خوبیوں کی ایک جھلک نمایاں ہوتی ہے ~~~~~~ (ایڈیٹر)

چھٹی صدی عیسوی کا آخر اور ساتویں صدی کا شروع شاید ظلمت کا تاریک ترین دور تھا۔ جس میں مذہب، اخلاق، ثقافت، فلسفہ اور علوم سب کے سب زوال پذیر تھے کہیں کہیں کوئی شمع ٹمٹماتی تھی تو اندھیرے کو اور بھی نمایاں کرتی تھی۔

جزیرہ نمائے عرب پر انتہائی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہاں کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ اور جان و مال معرض خطر میں رہتے تھے۔ ہاں عائلی اور قبائلی معاہدات اور باہمی رقابتوں کے نتیجے میں عارضی سکون یا برائے نام توازن میسر ہو جاتا تھا۔ مزید برآں عرب لوگ آداب امن اور قواعد جنگ سے بالکل ناآشنا تھے۔ غارتگری اور بہیمیت کا رواج تھا۔ بدوی شجاعت۔ مہمان نوازی۔ اور بقائے نفس کا تقاضا بس یہی وہ اسباب تھے جو اپنے سے زیادہ طاقتور دشمن کی انتقامی کارروائیوں کی روک تھام کرتے تھے۔

کسی حکیم یا فلسفی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ شفا اور نجات کا چشمہ ملک عرب سے پھوٹیگا لیکن یہی ہوا۔ الٰہی حکم کے ماتحت مکہ سے ایک آواز بلند ہوئی۔ جس نے لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلایا اور اعلان کیا کہ انسان کی دنیوی و اُخروی فلاح و بہبود اور عزت و عظمت اسی آواز پر لبیک کہنے میں مضمر ہے۔ یہ آواز حضرت محمدؐ کی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ آواز صدا بصحرا تھی جس کو سن کر لوگوں نے ہنسی، ٹھٹھے اور حقارت سے کام لیا۔ بعض مسکین اور غریب دل اشخاص نے دلیری سے اس آواز کو قبول کیا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ اس آواز کے ماننے والوں کی تعداد بڑھی تو ہنسی ٹھٹھا کرنے والے وحشیانہ مظالم اور پے در پے ایذادہی پر اتر آئے۔ ان لمبے اور وحشیانہ مظالم کا سبب صرف ایک تھا یعنی یہ کہ مسلمان کیوں خدائے واحد کا معتقد اور پرستار ہے

ان حالات میں ایمان باللہ کی حفاظت و اشاعت کے لئے یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ مکہ کو خیرباد کہا جائے۔ بعض لوگ مکہ سے نکل گئے۔ لیکن ان کا پیچھا کیا گیا۔ اور جس بادشاہ نے کچھ دور سمندر پار اپنے علاقے میں انہیں پناہ دی تھی اس سے ان کے وطنوں کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ فریقین کی گفتگو سن کر بادشاہ نے اس مطالبے کو رد کر دیا۔

بعثت سے تیرہویں سال خود محمد صلعم کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ مکہ کو چھوڑ دیں رات کے وقت جب دشمن آپؐ کو قتل کرنے کا تہیہ کر چکے تھے اور دشمنوں کا ایک گروہ آپؐ کے مکان کے گرد گھیرا ڈال چکا تھا آپؐ صرف ایک وفادار ساتھی ابوبکرؓ کی معیت میں دشمنوں سے بچ کر نکل گئے جب کفار کو آپؐ کے چلے جانے کا علم ہوا۔ تو انہوں نے آپؐ کے تعاقب کی تدبیر کی لیکن جس جگہ آپؐ اور آپ کا رفیق جا چھپے تھے وہ جگہ انہیں معلوم نہ ہو سکی۔ تب قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلعم کو زندہ یا مردہ پکڑ لائے اُسے ایک سو اونٹ انعام دیا جائیگا۔

بالآخر نبی کریمؐ نے مدینہ کی راہ لی۔ مدینہ میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت تھی۔ جس نے خوشی سے آپؐ کا خیر مقدم کیا۔ بلکہ مدینے کے مختلف گروہوں نے آپؐ سے متفقہ درخواست کی کہ علاوہ فرائض رسالت کے آپ اہل مدینہ کے سیاسی اور انتظامی امور کی سربراہی بھی قبول فرمائیں۔ قریش تو پہلے ہی آپؐ کے قتل پر التزام مقرر کر چکے تھے۔ اس لئے جب انہیں آپؐ کی اس کامیابی کا علم ہوا تو انہوں نے قبائل کو چند در چند معاہدات کے ذریعے گانٹھنا شروع کیا۔ تاکہ وہ نبی کریمؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو نابود کر سکیں جو آپؐ کو مدد دینے کی جرأت کریں۔

حضورؐ کو بڑی ذمہ داریوں اور تردّدات کا سامنا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مدینہ اور عرب کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی حفاظت کا انتظام بھی آپ ہی نے کرنا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے کوشش کی کہ ایسے قبائل کے ساتھ خیر سگالی اور معاہدات کا رشتہ قائم کیا جائے جو امن و امان کی بحالی اور قانون کی پاسبانی کرنے میں آپؐ سے متفق ہو سکیں۔ یہ تھی وفاق اسلامیہ کی بنیادی اینٹ۔

ان نئے فرائض کی بجا آوری میں حضورؐ نے اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا۔ اور ثابت کر دکھایا کہ آپؐ ایک دانا، مدبر، دوراندیش مدبر اور بہادر سپہ سالار ہیں۔ اور باینہمہ یکسر رحم و کرم ہیں آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو کثیر التعداد دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اور طرح طرح کی سختیاں اور مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ لیکن اس کشاکش کا پہلا مرحلہ جو بظاہر یاس انگیز تھا انتہائی فتحمندی پر منتج ہوا۔ اور مکہ کے دروازے خونریزی کے بغیر اس شخص کے سامنے چوپٹ کھل گئے جو آٹھ سال پہلے اپنے ساتھیوں سمیت بے بسی کی حالت میں مکہ سے نکالا گیا تھا۔ تب دنیا نے عفو و درگذر کا وہ شاندار نظارہ دیکھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ظاہر ہے کہ اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں فیاضانہ دستور العمل نافذ کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ پیغمبر اسلام کو بفضل خدا یہ موقعہ بھی ملا کہ آپ نے اپنی طیب زندگی میں کامیابی کے ساتھ مذکورہ دستور کو عملی جامہ پہنا کر بھی دکھا دیا توڑ پھوڑ کرنے سے اسلام صریحاً منع کرتا ہے۔ اور مدافعانہ جنگ کو جائز قرار دیتا ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ جنگ ایک بھڑکتی آگ ہے۔ اور جب کبھی یہ شعلہ زن ہو جلد سے جلد اسے بجھا دینا چاہئے۔ جنگ کی تمام سفاکیوں اور وحشت ناکیوں کو اسلام نہایت سختی سے منع کرتا ہے اور محاربات کو ایک ایسے ضابطے کا پابند کرتا ہے کہ جو لڑائی میں شائستگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی کہ آزادئ ضمیر اور قیام امن کیلئے ہتھیار اٹھائیں مسلمان اپنے سے زیادہ لشکروں پر غالب آئے اس وجہ سے پہلے عرب قبائل کے اندر اور پھر ایرانی اور بزنطینی سلطنتوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف حسد اور تشویش کے جذبات ابھرے۔ اسلامی جمہوریت یکدم منصۂ شہود پر آئی۔ اور یہ جمہوریت اتحاد، ترقی اور تسخیر قلوب کی علمبردار تھی۔ اور مذکورہ دونو سلطنتیں اسلامی جمہوریت سے نگاہ نہ ملا سکتی تھیں۔ کیونکہ یہ دونو جن اقدار کی حامل تھیں۔ اسلامی جمہوریت انکے خلاف ایک للکار تھی۔ اور ان حکومتوں کی مظلوم و مجبور رعایا کے لئے اسلام کے اندر ایک دلکشی تھی۔ بس جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ دونوں میں ٹکر ہوئی جس کی وجہ سے اسلام کی اشاعت کے لئے دنیا کے کناروں تک راستے نکل آئے۔

ایک حیرت انگیز قلیل عرصے کے اندر وسیع علاقوں سے تاریکی اور بدنظمی دور ہو گئی۔ رفاہ عامہ کے ادارے قائم ہو گئے۔ ایک اعلیٰ اخلاقی نظام ظاہر ہوا۔ علم و فضل اور حکمت دور و نزدیک پھیلنے لگے۔ دنیا نے ایک عجیب انقلاب دیکھا۔ یہ انقلاب کوئی عارضی نظارہ یا سراب کی جھلک نہ تھی جو ابھر کر پھر یکدم نابود ہو جائے۔ بلکہ یہ وہ تغیر تھا جس کے اندر بے پناہ قوت، فیض رسانی اور استحکام مضمر تھے۔ یہ تغیر دائمی، جسمانی اور روحانی پیاسوں کو بجھانے والا تھا۔ جس نے انسانی تاریخ کی کایا پلٹ دی۔ اور سوبسو ترقی کے دروازے کھول دیئے پہلی تین یا چار اسلامی صدیوں کو چھوڑ کر ہمارے زمانے میں اس تغیر کی قوت پہلے زمانوں سے زیادہ اپنا اثر دکھا رہی ہے۔

آخر اس قوت اور استحکام کا راز کیا ہے؟ یہی سوال ہے جس کا جواب ڈاکٹر وگلیری نے اپنی قابل قدر کتاب میں دیا ہے۔ مصنف کا وسیع مطالعہ، گہرا غور، ہمدردی اور دقیق فہمی اس کتاب میں بروئے کار آئے ہیں۔ انہی وجوہات سے مصنف نے اس سوال کو بے تردد۔ بے خطا صاف اور صحیح طریق پر حل کیا ہے۔ کتاب گو مختصر ہے مگر اس کے مضامین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ پروفیسر وگلیری نے کامیابی کے ساتھ اسلام کے اہم پہلوؤں پر ایک اجمالی لیکن سیر حاصل نظر ڈالی ہے اور اسلام کو ایسے علمی انداز میں پیش کیا ہے کہ اہل مغرب ان کے گرانبار احسان ہیں اور مسلمانان عالم تہ دل سے انکے مداح ہیں

اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ہر تفصیل میں مصنف کے مقالے سے متفق ہوں۔ نقطہ نظر میں کچھ اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس اہم تصنیف

باقی ص ۸ پر

ہیمبرگ مسجد کا افتتاح ......

بقیہ از صـ

ہیمبرگ ریڈیو پر خاکسار کا انٹرویو

افتتاح سے ایک روز قبل مورخہ ۲۱ جون کو شام کے آٹھ بجے ہیمبرگ ریڈیو پر خاکسار کا ایک اہم انٹرویو براڈکاسٹ ہوا۔ جس میں خاکسار کے علاوہ برادرم عبدالکریم صاحب ڈنکر نے بھی حصہ لیا۔

خاکسار نے اس امر کو وضاحت سے بیان کیا کہ آج روئے زمین پر اشاعتِ اسلام کا کام صرف جماعت احمدیہ کے ذریعہ کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ ہمارے دنیا بھر میں قائم شدہ مشنوں کے قیام کا مقصد اسلامی تعلیمات کو صحیح رنگ میں پیش کرنا اور دنیا بھر میں اسلام کے بارہ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ برادرم عبدالکریم صاحب ڈنکر نے بیان کیا کہ وہ احمدی مسلمان ہیں اور انہیں مرکز سلسلہ ربوہ میں قیام کی سعادت نصیب ہوئی ہے جہاں انہوں نے جماعت احمدیہ کے مقدس امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی زیر نگرانی اسلامی تعلیمات کو زیادہ غور سے مطالعہ کرنے کی توفیق حاصل کی۔ خاکسار نے انٹرویو میں اس امید کا اظہار کیا کہ ہیمبرگ میں مسجد کی تعمیر سے انشاء اللہ جرمنی میں اشاعتِ اسلام کا کام اور بھی زیادہ سرعت اور کامیابی سے پھیلے گا۔ یہ انٹرویو ریڈیو پر کثرت سے لوگوں نے سنا۔ اور اس طرح وسیع طور پر مسجد کی اہمیت اور جماعت کی مساعی کا اظہار کرنے کی توفیق ملی الحمدللہ۔

پریس میں ذکر

افتتاح سے کچھ روز قبل ہیمبرگ کے سب اخبارات نے اپنے اڈیٹوریل کالموں میں افتتاح کی تقریب کا ذکر شائع کیا۔ جرمن کے بعض اور اہم اخبارات نے بھی افتتاح کا ذکر کیا۔ افتتاح کے بعد اس مبارک تقریب کا ذکر خدا کے فضل وکرم سے وسیع طور پر جرمن کے اخبارات میں ہوا۔ اخبارات نے مسجد کے فوٹو بھی شائع کئے۔ بعض اخبارات کے اقتباسات احباب کی دلچسپی کیلئے ذیل میں درج کرتا ہوں:-

"میں اپنے محبوب آقا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ممنون ہوں جنہوں نے ذاتی توجہ سے ہیمبرگ میں مسجد کی تعمیر کے سامان بہم پہنچائے۔ ان الفاظ کے ساتھ جماعت احمدیہ کے ہیمبرگ مشن کے انچارج مسٹر عبداللطیف نے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔

مسجد کے افتتاح کیلئے جماعت کے بہت سے مشنوں نے پیغامات بھجوائے۔ مسٹر بسمر [illegible] Ghana (گانا) سے لکھا

"جرمن قوم ایک بہادر قوم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جرمن قوم یورپ کی دیگر سب اقوام سے پہلے اسلام قبول کرے گی۔"

نسیم سیفی صاحب نے لیگوس سے لکھا

"جرمن قوم ایک جری قوم ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اسلام کی اشاعت کے کام میں یہ قوم دیگر اقوام سے سبقت لے جائے گی"

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ اور موجودہ جج عالمی عدالت انصاف چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنی تقریر میں اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ دونوں مذاہب نے توحید باری تعالیٰ کو پیش کیا ہے۔ جماعت احمدیہ حضرت احمد بانی سلسلہ کو مسیح کی آمد ثانی کا مصداق قرار دیتی ہے (حضرت) امام جماعت احمدیہ نے اپنے ذاتی پیغام میں لکھا

"خدا کرے جرمن قوم جلد اسلام قبول کرے اور جس طرح وہ یورپ میں مادیات کی لیڈر ہے روحانی طور پر بھی لیڈر بن جائے۔ فی الحال اتنی بات تو ہے کہ ایک جرمن نومسلم زندگی وقف کر کے امریکہ میں تبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ مگر میں ایک مبلغ یا درجنوں نومسلموں پر مطمئن نہیں۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ ہزاروں لاکھوں جرمن اسلام قبول کریں۔"

ایک اور اخبار نے کارروائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"سر محمد ظفر اللہ خاں نے اپنی تقریر میں ذکر کیا کہ اسلام توحید کا علمبردار ہے اور اسلام کا پیغام عالمگیر ہے۔ تمام دنیا میں اشاعت اسلام کے کام میں کامیابی سے دنیا میں امن قائم ہوگا۔ حضرت مسیح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) خدا کے ایک نبی تھے۔ اور تمام مسلمان ان کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسلام میں مسجد تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلی ہے۔ تا وہ اس میں خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ کم وبیش انہی الفاظ میں جرمنی کے دیگر بیسیوں اخبارات نے نمایاں طور پر افتتاح کی تقریب کا ذکر شائع کیا۔ اور اس طرح جرمنی بھر میں خدا کے فضل وکرم سے وسیع رنگ میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مہم کا ذکر شائع ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

ٹیلی ویژن پر افتتاح کی کارروائی

مورخہ ۲۲ جون کو شام کے آٹھ بجے ٹیلی ویژن پر افتتاح کی کارروائی نشر کی گئی جس میں مسجد کا فوٹو اور کارروائی کے بعض حصے دکھائے گئے اور اس ساری کارروائی کے دوران بطور تبصرہ اس بات کو بیان کیا گیا کہ جماعت کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے طور پر اسلام کی عالمگیر اشاعت کے سلسلہ میں رکھی اور آج جماعت کے بیرونی مشن ہر جگہ تبلیغ اسلام کا کام کامیابی سے کر رہے ہیں۔

اہم پیغامات

(۱) پاکستان میں جرمن سفیر ہز ایکسیلنسی Mr. H. C. Podeyn نے اپنے خط مورخہ ۱۵ جون میں لکھا:-

مجھے اس بات کی بہت خوشی ہوئی کہ میرے آبائی شہر ہیمبرگ میں آپ کی جماعت کے ذریعہ مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ میری دلی دعا ہے کہ یہ مسجد اسلام کی اشاعت کے کام میں ممد ومعاون ثابت ہو۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ تعمیر مسجد کے کام میں بہت سی رکاوٹیں حائل تھیں۔ ان مشکلات کے باوجود اتنی جلدی مسجد کی تعمیر قابل تعریف ہے۔ میں آپ کو اور آپ کی جماعت کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میری دلی خواہش اور دعا ہے کہ مسجد کی تعمیر اسلامی اور جرمن کلچر میں رابطہ و اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہو۔

جرمنی میں پاکستان کے سفیر کی ہدایت کی تعمیل میں سفارت خانہ کے سیکنڈ سکریٹری نے اپنے خط مورخہ ۱۴ جون میں لکھا:-

"ہز ایکسیلنسی سفیر پاکستان برائے جرمنی نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں ان کی طرف سے اور سفارت خانہ کے سب افسران اور عملہ کی طرف سے مسجد کی تکمیل پر اور افتتاح کی بابرکت اور مبارک تقریب پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کروں۔ ایمبیسی کے ایک افسر کو شمولیت کے لئے ہیمبرگ ۲۲ جون کو بھجوایا جائیگا"

اس خط کے مطابق پاکستان ایمبیسی کی طرف سے فرسٹ کمرشل سکریٹری افتتاح کی تقریب میں شمولیت کیلئے بون سے تشریف لائے۔

ہیمبرگ کے چیف میئر Dr. Curt Steve King نے اپنے خط مورخہ ۱۸ جون میں دلی مبارکباد کا پیغام بھجوایا۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس مبارک موقعہ پر ان کی طرف سے سب حاضرین کو مبارکباد پیش کر دی جائے۔ انہوں نے لکھا کہ سفر پر ہونے کی وجہ سے وہ شمولیت سے معذور ہیں ورنہ وہ ضرور شمولیت اختیار کرتے۔ ان کی نمائندگی میں ہیمبرگ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام اس تقریب میں شامل ہوئے جن میں سے مذہبی امور کے انچارج خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پیغامات پر مشتمل کتاب

اس اہم اور تاریخی موقعہ پر خدا کے فضل وکرم سے ایک رسالہ مرتب کر کے حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کا جرمن ترجمہ۔ احمدیہ مشن ہائے ہالینڈ سوئٹزرلینڈ۔ مشرقی افریقہ۔ فری ٹاؤن سیرالیون لائبیریا۔ Ghana غانا۔ امریکہ اور لیگوس سے آمدہ پیغامات کا جرمن ترجمہ۔ محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی تقریر کا ترجمہ درج کیا گیا۔ آخر میں جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مشنوں کی تعداد مساجد اور سکولوں کی تعداد علیحدہ علیحدہ درج کی گئی ہے رسالہ دلچسپ ہے اور حاضرین نے اسے پسند کیا۔

آخر میں مسجد کی تکمیل پر عقیدت اور محبت کے گہرے اور دلی جذبات کے ساتھ اپنے آقا سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ ہیمبرگ میں مسجد کی تکمیل کا سہرا حضور پرنور کی ذات والا صفات پر ہے۔ اس مسجد کی تکمیل حضور پرنور کے مصلح موعود اور خلیفہ برحق ہونے کا ایک اور روشن ثبوت ہے۔ اشاعت اسلام کا کام اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خاص طور پر حضور پرنور کی خلافت سے وابستہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "قومیں اس سے برکت پائیں گی" پوری شان سے حضور کی ذات میں پورا ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں کہ اقوام عالم حضور پرنور کے وجود میں برکت ڈھونڈیں گی اور اسلام کا پرچم کامیابی کے ساتھ اکنافِ عالم میں لہراتا ہوا نظر آئیگا۔

تقاضائے آسمانی است ایں بہرحالت شود پیدا

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جرمنی میں اشاعتِ اسلام کے کام میں اس مسجد کی تعمیر کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے اور جرمن قوم جلد اسلام قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو حکمت اور ہمت کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ تبلیغ اسلام کے کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آپ کا چندہ اخبار بدر ۲۸ جولائی کو ختم ہو رہا ہے

خریدار نمبر ۱۰۶۱ مکرمی منظور احمد صاحب بلاری (بہار)
" ۱۴۳۶ " محمد باشو میاں صاحب وڈمان دکن
" ۱۴۲۷ " شریف احمد صاحب آرہ بہار
" ۱۴۴۲ " ایم ایچ محمد سعید صاحب سرشگر
" ۱۴۴۴ مکرمہ سعیدہ اختر صاحبہ کسیمو افریقہ
" ۱۱۳۰ مکرم سید محمد سرور شاہ صاحب ٹنگانیکا
" ۱۵۳۸ " منشی عبد الحلیم خان صاحب دھوال ساہی اڑیسہ
" ۱۰۶۷ " محمود علی صاحب بھدرک اڑیسہ

خریداری نمبر ۱۵۷۲ مکرم محمد عبد الحمید صاحب اڈکور دکن
" ۱۵۷۵ " مرزا احمد اللہ بیگ صاحب حیدرآباد
" ۱۵۰۰ " محمد امین صاحب شاہجہانپوری لاہور
" ۱۵۰۷ " ایس ایں جمیل احمد صاحب نسی بہار
" ۱۱۹۶ " راجہ غلام محمد صاحب جیک ایریہ کشمیر
" ۱۵۵۹ " سید منظور احمد صاحب بھونیشر اڑیسہ
" ۱۵۲۶ " جنرل سیکرٹری صاحبہ لجنہ سونگڑہ

(مینجر بدر قادیان)

فہرست وصولی درویش فنڈ و اعلانِ دعا

تحریک درویش فنڈ میں وصولی ماہ مئی ۵۷ء تا ۴ جولائی ۵۷ء

جن احباب کی طرف سے ماہ مئی ۵۷ء سے ۴ جولائی ۵۷ء کے عرصہ میں درویش فنڈ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں موصول ہوئی ہیں ان کی اسم وار فہرست ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان مخلصین کے کاروبار اور خاندانوں میں برکت ڈالے۔ اور مزید خدمات کے مواقع عطا فرمائے۔

اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق پیشتر ازیں مختلف اوقات میں بذریعہ اخبار بدر اور جماعتی و انفرادی رنگ میں تحریکات کرتے ہوئے توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ اور اس فنڈ کو بڑھانے اور مضبوط بنانے کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد بھی احباب تک پہنچایا جا چکا ہے۔

مستقل ماہوار ضروری اخراجات کے مقابل پر موجودہ آمد درویش فنڈ بہت کم ہے اور اس میں ابھی بہت اضافہ کی ضرورت ہے۔ بہت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے ماہوار ادائیگی کے لئے وعدہ جات مرکز میں بھجوائے تھے مگر ان کی طرف سے باقاعدگی نہیں ہوئی۔ ایسے احباب باقاعدگی سے ادائیگی کی طرف توجہ فرماویں۔ اور اپنے بقایا ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوں جو احباب کسی مجبوری کی وجہ سے قبل ازیں وعدے نہ کر سکے ہوں وہ اب اس تحریک میں شرکت فرماویں۔ اور جو احباب ہر ماہ درویش فنڈ میں شمولیت کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً اس تحریک میں حسبِ توفیق شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

ناظر بیت المال قادیان

نئے پیسے روپیہ
مکرم افضل خاں صاحب ممباسہ افریقہ ۹۹/۴۳
" عبد الرزاق صاحب گوہاٹی دہلی ۵/-
" محمد عبد اللہ صاحب حیدرآباد ۳/۹۹
" احمد رشید صاحب کرناگاپلی ۱۵/-
" محمد عبد اللہ صاحب رشی نگر کشمیر ۱۰/-
" سیٹھ محمد صدیق صاحب کلکتہ ۱۴۰/-
جماعت احمدیہ کولمبو ۲۵/-
" شیخ علی احمد صاحب کٹک ۱/-
" یوسف احمد صاحب سکندرآباد ۵/-
" صدیق امیر علی صاحب موگرال ۳۳/-
لجنہ اماء اللہ سکندرآباد ۳۰/-
" نسیم سیفی صاحب افریقہ بذریعہ مکرم امیر صاحب مقامی قادیان } ۳/۵۵

مکرم بشیر احمد صاحب بذریعہ مکرم امیر صاحب قادیان ۱۶/۵۰
" سید غلام مصطفیٰ صاحب جلپائیگوڑی ۵/-
" سید اختر احمد صاحب پٹنہ ۲/-
" مرزا اظہر بیگ صاحب کشن گنج کوٹہ ۵/-
" غلام محمود صاحب حیدرآباد ۲/-
" سید داؤد احمد صاحب " ۲/-
" جلال الدین خاں صاحب موسیٰ بنی مائینز ۱/-
" فیروز الدین صاحب جموں -/۷۵
" داؤد خاں صاحب موسیٰ بنی مائنز ۱/-
" جماعت احمدیہ سنار گھاٹ ۱/-
" یوسف علی خاں صاحب سونگڑہ ۱/-

ولادتیں:۔ ۱۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خاکسار کو مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۵۷ء کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس کا نام "رفیق احمد" تجویز کیا گیا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک۔ صالح اور خادم دین بنائے۔ اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مدراس

۲۔ برادرم قمر الدین صاحب دہلوی درویش کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۷ء کو لڑکی عطا فرمائی ہے۔ نومولودہ مکرم مولوی فتح محمد صاحب اسلم مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کشن گنج ماہ جموں کی نواسی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ محمد القصد اعوان درویش

امتحان رسائل خلافت کے بعد

آئیے ہم سب مل کر یہ دعا کریں

کہ:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کا ہر لمحہ حافظ و ناصر ہو۔ اور معاندین کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

۲۔ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرما دے۔ اور حضور کا بابرکت سایہ جماعت پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین

۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک جماعت احمدیہ کو خلافت حقّہ کی برکات سے نوازتا رہے اور ان برکات کے طفیل اسلام اور احمدیت کو ساری دنیا پر غالب کر دے۔ آمین

۴۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری نسلوں کو بھی ہمیشہ خلافتِ احمدیہ کے جھنڈے تلے جمع رکھے۔ اور ہمیں خلافتِ احمدیہ کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں بوقتِ ضرورت ہر قسم کی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

زکوٰۃ کی اہمیت

زکوٰۃ ان پانچ ارکان میں سے ہے جن میں سے کسی ایک کو چھوڑنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اموال کو پاکیزہ کرتی ہے اور بڑھاتی ہے۔ مومن کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی دنیا میں ایسی ہی لازمی قرار دی گئی ہے جیسا کہ نماز کی ادائیگی۔

پس احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ اس شرعی فرض کی ادائیگی کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفوس کرتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

بقایادار احباب فوری توجہ فرمائیں

پیشتر ازیں جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے سیکرٹریانِ مال کو ان کی جماعتوں کے سابقہ بقایا اور سال رواں کے بجٹ لازمی چندہ جات سے اطلاع دی جا چکی ہے ہر جماعت اپنا حساب دیکھ کر یہ معلوم کر سکتی ہے کہ وہاں کے احباب نے گذشتہ مالی سال میں کس حد تک اپنی مالی ذمہ داری کو ادا کیا ہے۔ اور اس میں کس قدر کمی ہے۔ متعدد جماعتوں کے بقایاداروں کے نام ادائیگی بقایا کے لئے انفرادی تحریک بھی نظارت ہذا کی طرف سے ارسال کی جا چکی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ بقایادار احباب اپنے اپنے حساب کا جائزہ لیتے ہوئے ابھی سے اس بات کا تہیہ کر لیں کہ وہ موجودہ مالی سال کا چندہ باقاعدہ ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ بقایا کی ادائیگی بھی زیادہ سے زیادہ قسطوں میں شروع کر دیں تاکہ موجودہ مالی سال کے ختم ہونے سے قبل ان کے ذمہ کے چندوں کا حساب بیباق ہو جائے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ ماہ سے زائد بقایادار کو اپنی جماعت سے خارج قرار دے چکے ہیں۔ لیکن ابھی بہت سے افراد جماعتوں کے ایسے ہیں جن کے ذمہ اس سے زیادہ عرصہ کے لازمی چندہ جات کی رقوم بقایا ہیں۔ اور باوجود نظارت ہذا کی بار بار یاد دہانیوں کے وہ عملی اصلاح اور ادائیگی بقایا کی طرف توجہ نہیں کر رہے۔ ان حالات میں نظارت ہذا مجبور ہو گی کہ ایسے افراد کو آخری نوٹس دیتے ہوئے ان کا معاملہ تعزیری کارروائی کیلئے پیش کر دے۔ عہدیداران کا فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے ہر بقایادار کے پاس پہنچیں اور انہیں حضور کے ارشاد اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے وعدۂ بیعت کو یاد دلاتے ہوئے بالمقطعہ یا بالاقساط ادائیگی بقایا کا معین وعدہ حاصل کر کے نظارت ہذا کو اطلاع دیں۔ اور جو احباب باوجود ان کی کوشش کے اصلاح کی طرف مائل نہ ہوں ان کی رپورٹ مجلس عاملہ کی سفارش کے ساتھ مزید کارروائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔

مجھے امید ہے کہ احبابِ جماعت اور عہدیدارانِ مال نظارت ہذا کے ساتھ پورا تعاون کرتے ہوئے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے اور کوشش کریں گے کہ ان کے ذمہ کا بقایا جلد از جلد سو فیصدی ادا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو ان کی ذمہ داری سمجھنے اور عملی طور پر مالی قربانی کا بہترین نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

نئی دہلی - ۱۹ جولائی - وزیرِ اعظم نہرو نے آج لوک سبھا میں کہا کہ مرکزی ملازمین کی طرف سے ہڑتال کرنے کی جو تحریک کی گئی ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اخراجات میں اضافہ کو اقتصادی بنیاد پر حل کرنے کے بجائے سیاسی بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے - مسٹر نہرو دوسرا تنخواہ کمیشن مقرر کرنے سے متعلق ایک پرائیویٹ ممبر کی طرف سے پیش کردہ ایک بل کی بحث میں حصہ لے رہے تھے - انہوں نے کہا کہ اس سوال کو دوسرے پانچ سالہ پلان کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے وزیرِ اعظم نے کہا - کہ کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ معیارِ زندگی بڑھنا چاہیئے - لیکن آپ نے کہا کہ کوئی حکومت ہڑتال کی دھمکیوں کو برداشت نہیں کر سکتی - خواہ نتیجہ کچھ ہو - حکومت ان ہڑتالیوں کا مقابلہ کریگی مسٹر نہرو نے کہا کہ یہ دلیل دی گئی ہے کہ تنخواہ کمیشن مقرر کیا جانا چاہیئے - خواہ اس پر کتنا ہی پیسہ خرچ ہو - یہ ایک ایسا مطالبہ ہے جسے آسان نہ سمجھنا چاہیئے - ہمیں اس کے نتائج کو بھی سامنے رکھنا ہوگا -

لنڈن - ۱۷ جولائی - برطانیہ نے ایٹمی طاقت سے چلنے والا ایک عظیم ترین تیل بردار جہاز تیار کرنا شروع کر دیا ہے اس میں ۶۵ ہزار ٹن پیٹرول آ سکے گا - اس جہاز کی تعمیر پر ایک کروڑ ۱۵ لاکھ پونڈ صرف ہونگے - اس جہاز کے چلانے پر بہت کم صرفہ ہوگا - اور اگر اس جہاز کو افریقہ کا چکر بھی کاٹ کر آنا پڑے تو بھی آجکل کے مقابلہ میں برطانیہ میں پیٹرول سستا ملے گا -

پیرس - ۱۷ جولائی - فرانس کی قومی اسمبلی میں ایک ممبر موسیو پیرے کور نے تجویز پیش کی کہ فرانس صحرائے اعظم میں ایک ایٹم بم داغے - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بے آب و گیاہ ریگستان سرسبز باغات اور چراگاہوں میں تبدیل ہو جائیگا - انہوں نے کہا کہ صحرائے اعظم کے ریگستان کے نیچے میٹھے پانی کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے - ایٹم بم کے دھماکہ کے باعث ریت دور دور تک ہٹ جائیگا اور میٹھے پانی کی جھیل بن جائے گی -

ماسکو - ۲۱ جولائی - شاہِ افغانستان ماسکو کا دورہ مکمل کر کے کریمیا اور باکو کی سیر کے لئے روانہ ہو گئے - ہوائی جہاز کے اڈہ پر غیر ملکی سفراء اور صدر و وزیرِ اعظم روس نے ان کو وداع کیا -

نئی دہلی - ۲۱ جولائی - کل آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اگلا اجلاس دہلی میں ۳۱ اگست، یکم ستمبر کو ہوگا - اس اجلاس میں کانگریس کے دستور میں ترمیم کے سوالات پر غور کیا جائیگا

تہران - ۲۱ جولائی - معلوم ہوا ہے کہ تہران کی یونیورسٹی نے اپنے ہاں فقہ حنفی کے ایک الگ شعبہ کے قائم کرنے کی تجویز منظور کر لی ہے - یہ تجویز انجمن حمایت الاسلام لاہور کی جنرل کونسل کے ایک رکن نے پیش کی تھی - اس شعبہ کا صدر خواجہ احمد صاحب کو مقرر کیا گیا ہے جو فقہ حنفی کے جید عالم ہیں -

نئی دہلی - ۲۲ جولائی - وزارتِ داخلہ کے وزیر شری بی - این داتار نے لوک سبھا میں یہ اطلاع اپنے بیان میں دی ہے کہ بھارت میں ۲۸۰۲۶ غیر ملکی باشندے یکم جنوری ۵۷ء کو مقیم تھے - جن میں سے ۲۲۱۹۰ تاجر - ۱۶۶۳ طلباء اور ۳۸۹۳ مشنری تھے

نئی دہلی - ۲۲ جولائی - مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات ڈاکٹر کیسکر نے لوک سبھا میں رپورٹ پیش کی ہے کہ بھارت میں ۳۱ دسمبر ۱۹۵۶ء کو اخبارات کی کل تعداد ۶۵۷۰ تھی - سب سے زیادہ اخبارات اور رسالے بمبئی سے نکلتے ہیں

نئی دہلی - ۲۲ جولائی - لوک سبھا نے سالِ رواں کیلئے ۵ - ارب ۰ ۰ کروڑ روپیہ کا ریلوے بجٹ پاس کر دیا

ٹوکیو - ۲۲ جولائی - امریکہ نے سال ہی میں جاپان سے اپنی بری فوجیں واپس بلا لینے کا جو اعلان کیا تھا اس کے پیشِ نظر جاپان اپنے دفاعی پلان میں بنیادی تبدیلیاں کریگا - نئے پلان پر عملدرآمد ۱۹۵۸ء سے کیا جائیگا - بری اور بحری فوجوں کو بتدریج بڑھایا جائیگا -